احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

ستمبر 2016ء

شہدائے ماڈل ٹاؤن کے انصاف کے لئے تحریکِ قصاص کا آغاز

ملک گیر احتجاجی مظاہرے اور دھرنے

پاکستان اور حقیقی جمہوریت

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

کا علمی و فکری خصوصی خطاب

اسلامی تہذیب اور حصولِ علمِ نافع

شہدائے ماڈل ٹاؤن کے انصاف کیلئے تحریکِ قصاص کا آغاز ملک گیر احتجاجی مظاہرے اور دھرنے

لاہور

اسلام آباد

فیصل آباد

گوجرانوالہ

کراچی

احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

جلد 30 شمارہ 9 ذوالحجہ ۱۴۳۷ھ / ستمبر 2016ء

بفیضانِ نظر

قدوۃ الاولیاء شیخ المشائخ حضرت سیدنا طاہر علاؤالدین الگیلانی البغدادی قدس سرہ العزیز

زیرِ سرپرستی

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ

حسنِ ترتیب

اداریہ۔ دہشت گردوں کے سہولت کار۔ یہ حکمران		3
(القرآن)۔ پاکستان اور حقیقی جمہوریت	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری	5
(الفقہ)۔ مسائل حج وقربانی	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	17
حج: فرضیت واہمیت	ڈاکٹر نعیم انور نعمانی	20
عیدالاضحیٰ اور اس کے تقاضے	ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری	25
اسلامی تہذیب اور حصولِ علمِ نافع	ڈاکٹر حسین محی الدین قادری	29
(سلسلہ تعلیم وتربیت) ادارہ کی تشکیل۔ اہمیت وضرورت	صاحبزادہ مسکین فیض الرحمان درانی	38
اجلاس فیڈرل کونسل پاکستان عوامی تحریک		45
قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی زیر صدارت اپوزیشن کا قومی مشاورتی اجلاس		46
تحریکِ قصاص واحتساب کا آغاز		48
حضرت فرید ملت ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ کے 42ویں عرس مبارک کی پروقار تقریب		56

چیف ایڈیٹر
ڈاکٹر علی اکبر قادری الازہری

ایڈیٹر
محمد یوسف

اسسٹنٹ ایڈیٹر
محمد شعیب بزمی

مجلس مشاورت
صاحبزادہ فیض الرحمٰن درانی، خرم نواز گنڈا پور
احمد نواز انجم، جی ایم ملک
سرفراز احمد خان، منظور حسین قادری
غلام مرتضیٰ علوی، نور اللہ صدیقی، فرح ناز

مجلس ادارت
علامہ محمد معراج الاسلام، مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی
پروفیسر محمد نصر اللہ معینی، ڈاکٹر طاہر حمید تنولی

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم
گرافکس: عبدالسلام
خطاطی: محمد اکرم قادری
عکاسی: محمود الاسلام قاضی

قیمت فی شمارہ: 35 روپے
سالانہ خریداری: 350 روپے

بیرونِ ملک: مشرق وسطی جنوب مشرقی ایشیاء، یورپ، افریقہ، آسٹریلیا، کینیڈا، مشرق بعید جنوبی امریکہ ورہاستہائے متحدہ امریکہ 30 امریکی ڈالر سالانہ

ملک بھر کے تعلیمی اداروں اور لائبریریوں کیلئے منظور شدہ

www.minhaj.info
www.facebook.com/minhajulquran
email:mqmujallah@gmail.com (مجلّہ آفس وسالانہ خریداران)
minhaj.membership@gmail.com (نظامت ممبر شپ/رفقاء)
smdfa@minhaj.org (بیرون ملک رفقاء)
Phone: UAN:042-111-140-140 Ext:128

ترسیل زر کا پتہ: اکاؤنٹ نمبر 01970014575103 حبیب بینک منہاج القرآن برانچ ماڈل ٹاؤن لاہور پاکستان

ناشر: محمد اشرف قادری، مطبع: منہاج القرآن پرنٹرز 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور

باشندگانِ ارضِ وطن کی خطا معاف

ہر قریہ زلزلوں کی ہے زد میں مرے خدا!
ہر خطے پر قضا کی ہے چادر پڑی ہوئی
ہر سمت ملکِ خوف کے ہیں لشکری کھڑے
کوہ و دمن میں کھو گئی چہروں کی دلکشی

یارب! برہنہ سر ہے مری پاک سرزمیں
یارب! شکستگی کی لکیریں بدن پہ ہیں
رقصاں ہے موت وادیٔ جنت نظیر میں
بادل قضا کے آج بھی سرو سمن پہ ہیں

یارب! عذاب لمحوں سے اس کو ملے نجات
میری زمیں کو صبر و سکون و قرار دے
باشندگانِ ارضِ وطن کی خطا معاف
چہروں پہ پھول بن کے جو مہکے بہار دے

بیٹیوں کی خیر ہو، مری ماؤں کی خیر ہو
بستی کی گنگناتی فضاؤں کی خیر ہو
سرکارؐ کے وسیلہ رحمت سے یاخدا!
میرے وطن کی سبز ہواؤں کی خیر ہو

﴿ریاض حسین چودھریؔ﴾

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

جب روح تڑپنے لگتی ہے عشاق مدینے جاتے ہیں
پلکوں پہ چراغاں ہوتا ہے دل درد کے دوہے گاتے ہیں

جب ہجر کا دریا چڑھتا ہے یادوں کے کنارے کٹتے ہیں
ایسے میں درودوں کے نغمے تسکین کا ساماں کرتے ہیں

جب یاد انؐ کی تڑپاتی ہے آنکھیں قلزم بن جاتی ہیں
جب سانسیں بوجھل ہوجائیں وہؐ نظرِ کرم فرماتے ہیں

جب عشق کی بھٹی جلتی ہے اور من مجنوں بن جاتا ہے
وہؐ کملی کا سایہ کرتے ہیں رحمت کا مینہ برساتے ہیں

جب غم سے کلیجہ پھٹتا ہے اور درد کا طوفاں اٹھتا ہے
وہ لطف و کرم فرماتے ہیں اور خواب میں ملنے آتے ہیں

جب مجنوں رستہ کھو جائے تب اپنی منزل پاتا ہے
صدیوں کی مسافت کو آقاؐ دو لمحوں میں سمٹاتے ہیں

سرکارؐ کے در سے آجانا لاچاری ہے مجبوری ہے
پھر ہجر کی شام اترتی ہے پھر آس کے دیپ جلاتے ہیں

پھر راتیں جاگتی رہتی ہیں اور صبحیں ویراں ہوتی ہیں
پھر لمحے روشن یادوں کے سالوں میں بدلتے جاتے ہیں

یارب پھر وصل کا ساماں دے یارب پھر آس کو پورا کر
وہ لمحہ آئے جب آقاؐ ہم سب کو پاس بلاتے ہیں

(شیخ عبدالعزیز دباغ)

اداریہ

دہشت گردوں کے سہولت کار۔ یہ حکمران

کوئٹہ ہسپتال میں گذشتہ ماہ ہونے والا خودکش حملہ اور دہشت گردی کے جملہ سانحات ان حکمرانوں اور موجودہ فرسودہ سیاسی نظام کی ناکامی کا ثبوت ہیں۔ دہشتگردی کا نشانہ بننے والے ہر شہری کے قاتل یہ حکمران ہیں، جنہوں نے عوام کے جان و مال کے تحفظ اور دہشتگردی کے خاتمہ کی جنگ کو سرے سے ہی سنجیدہ نہیں لیا۔ پاکستان کی سلامتی وخوشحالی کیلئے قومی ایکشن پلان پر 17 ماہ گزر جانے کے بعد بھی سول اداروں نے اپنی ذمہ داریاں پوری نہ کر کے ناقابل معافی جرم کیا ہے۔ سیاسی قیادت اصل میں دہشت گردی کے خاتمے کی جنگ میں مصلحتوں کا شکار ہے اور یہی طرز عمل ہر آئے روز نقصان کا باعث بن رہا ہے۔ کسی کو معلوم نہیں کہ 17 ماہ قبل مرتب کئے جانے والے قومی ایکشن پلان کے جملہ نکات پر پیشرفت کا جائزہ لینے کیلئے وزیراعظم، پارلیمنٹ اور کابینہ نے کیا اقدامات کئے؟ پاک فوج نے ضرب عضب اور دیگر ذمہ داریوں کے حوالے سے اپنے حصے کے 98 فیصد کام کو مکمل کیا مگر سول حکومت کی کارکردگی اس حوالے سے صفر ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آرمی چیف جنرل راحیل شریف نے بھی برملا اس بات کا اظہار کیا کہ ’’نیشنل ایکشن پلان پر پیش رفت نہ ہونے سے ضرب عضب متاثر ہو رہا ہے۔ بعض حلقوں کے بیانات اور تجزیے قومی کاز کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ نیشنل ایکشن پلان ہمارے مقاصد کے حصول کا ذریعہ ہے۔ اس کی سست روی سے آپریشن ضرب عضب کے استحکام کا مرحلہ متاثر ہو رہا ہے۔ کچھ عناصر کے منفی بیانات اور تھیوریاں قومی کوششوں کو نقصان پہنچانے کے مترادف ہیں۔ تمام اطراف (یعنی حکومت کی طرف سے بھی) بامعنی پیش رفت نہ ہوئی تو دہشت گردی کا لاوا پکتا رہے گا‘‘۔

قومی ایکشن پلان کی منظوری کے بعد اول دن سے یہی بات قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے بارہا مرتبہ کہی کہ یہ حکمران قومی ایکشن پلان پر عملدرآمد میں سنجیدہ نہیں ہیں۔ یہ اپنے منفی طرز عمل سے اس پلان کو سبوتاژ کرنے کے درپے ہیں اور اس کی حقیقی روح کے مطابق اس پر عمل کرنے سے گریزاں ہیں۔ کیونکہ دہشت گردوں کو پناہ اور سہولت دینے والے یہ خود ہیں۔ وگرنہ صوبہ پنجاب میں موجود دہشت گردوں کی نرسری کے خلاف آپریشن کی راہ میں کوئی امر مانع نہیں ہے۔ کسی بھی سانحہ پر حکمران لفظوں کے مذمتی بیانات سے باہر نکلنے کو تیار نہیں ہیں جبکہ دوسری طرف غیرملکی فنڈنگ بھی جاری ہے، کالعدم تنظیمیں نام بدل کر کام جاری رکھے ہوئے ہیں، مدارس کی رجسٹریشن کا عمل مکمل نہیں ہوا، دہشتگردوں کے سہولت کاروں کے خلاف کارروائی نہیں ہوئی اور دہشت گردی اور کرپشن کے گٹھ جوڑ کے خاتمے کیلئے حکومت سمیت پارلیمنٹ نے بھی دانستہ خاموشی اختیار کررکھی ہے۔

اب تو صورت حال یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ اسمبلی میں حکومت کی حلیف جماعتوں کی طرف سے قومی سلامتی کے اداروں کے خلاف تقریریں ہورہی ہیں مگر حکومت ان کے خلاف کوئی اقدام بروئے کار نہیں لارہی۔ پاک آرمی کی ضرب عضب کی عظیم کامیابیوں کو متنازعہ بنانے کیلئے ملکی سلامتی کے اداروں کو تنقید کا نشانہ بنانے کا یہ طرز عمل ملک دشمنی پر مبنی ہے۔ اس کے پیچھے کوئی اور نہیں خود وزیراعظم ہیں۔ ن لیگ کی قیادت نے پاک فوج کے خلاف ہرزہ

سرائی کیلئے چھوٹے صوبوں کے اتحادی لیڈروں کی ڈیوٹی لگارکھی ہے۔ وزیراعظم کی سوچی سمجھی پالیسی ہے کہ آدھے وزیر اور اتحادی افواج پاکستان پر تنقید اور آدھے وزیر مذمتیں کریں۔ اگر وہ اس حوالے سے سنجیدہ ہوتے تو افواج پاکستان پر تنقید کرنے والی جماعتوں کو حکومتی اتحاد سے نکال باہر کرتے۔ ان کا ایسا نہ کرنا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ وزراء کی طرف سے اپنے اتحادیوں کے فوج مخالف بیانات کی مذمت اور لاتعلقی قوم کے ساتھ ایک اور دھوکہ ہے۔ اس سے پہلے بھی اس ملک کے نام نہاد وزیر دفاع اور دیگر وزراء و سینیٹرز فوج کو تنقید کا نشانہ بناتے رہے۔ اس طرزِ عمل کے ذریعے ضرب عضب کے ذریعے جیتی جانے والی جنگ کو سیاسی میدان میں نقصان پہنچایا جارہا ہے۔ جب تک دہشتگردوں کے ہمدرد یہ حکمران موجود ہیں دہشتگردی کے خلاف جاری جنگ تماشہ بنی رہے گی اور حکومت اپنے رویے سے ہزاروں شہداء کا مذاق اڑاتی رہے گی۔

ظلم اور کرپشن کے خاتمے کیلئے ذمہ داروں کا کیفر کردار تک پہنچنا ضروری ہے۔ ان حکمرانوں نے ملک کو تباہی کی طرف دھکیل دیا ہے اور ان کی غیر سنجیدگی اور غلط پالیسیوں کی وجہ سے عوام پاکستان انتہائی مشکلات کا شکار ہیں۔ ہر طبقہ اپنے حقوق کے لئے احتجاجی مظاہرے کررہا ہے، شہر بہ شہر دھرنے جاری ہیں، لوڈ شیڈنگ عروج پر ہے، کسان اپنی فصلیں جلا رہے ہیں، لوگ خودکشیوں اور خودسوزیوں پر مجبور ہیں، مہنگائی اپنے عروج پر ہے، بچوں کے اغواء کی حالیہ لہر نے تمام ماں باپ کو پریشان اور خوف میں مبتلا کردیا ہے۔ ان تمام مسائل کی موجودگی ان حکمرانوں کی نااہلیت ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔

ضرب عضب کی کامیابی سے علاقہ غیر میں تو امن بحال ہوگیا مگر پنجاب بدستور انتہا پسندوں، دہشتگردوں اور مجرموں کا بیس کیمپ ہے۔ صرف کراچی یا سندھ نہیں پنجاب میں بھی رینجرز آپریشن کی ضرورت ہے۔ اس لئے کہ جرائم کی جڑیں اقتدار کے ایوانوں میں ہیں۔ جب تک جرائم پیشہ عناصر کے سرپرست اور ظلم کو تحفظ دینے والے یہ حکمران اور ان کا قائم کردہ یہ فرسودہ سیاسی و انتخابی نظام زمیں بوس نہیں ہوگا، جرم، بدامنی، لاقانونیت، خوف و ہراس اور دہشت گردی وانتہاء پسندی اسی طرح پھیلتی رہے گی۔ جو حکمران نئی نسل کو تحفظ کا احساس، نوجوانوں کو روزگار، کمزور کو انصاف نہیں دے سکتے اور دیگر مسائل سے نبرد آزما نہیں ہوسکتے، ان سے یہ گمان کرنا کہ وہ پاکستان کو لوڈشیڈنگ، توانائی، مسئلہ کشمیر، معیشت کی بحالی سمیت دیگر داخلی و خارجی بحرانوں سے نکال لیں گے، یہ محض غلط فہمی اور خودفریبی ہے۔

لہذا حکمرانوں کی سیاسی و معاشی دہشت گردی کی شفاف تحقیقات کیلئے عوام کو آئین و قانون کے تحت اپنا کردار بروئے کار لانا ہوگا۔ جب تک عوام فیصلہ کن کردار ادا نہیں کرینگے، حکمرانوں کا شفاف احتساب ناممکن ہے۔ موجودہ کرپٹ نظام میں 100 الیکشن بھی ہو جائیں تو اس سے جمہوریت نہیں بلکہ شخصی اقتدار مضبوط ہوگا۔ موجودہ نظام اور طرز حکمرانی نے کرپشن، دہشتگردی اور ناانصافی کو پروان چڑھایا۔ جب تک یہ حکمران مسلط رہیں گے، دہشت گردی، کرپشن، بیڈ گورننس اور بنیادی حقوق کی پامالی کا سلسلہ جاری رہے گا۔ پاکستان عوامی تحریک قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی قیادت میں ظالم نظام کی تبدیلی اور 19 کروڑ عوام کو ان کے آئینی، قانونی، جمہوری حقوق دلوانے کے لئے اپنا سیاسی جمہوری کردار ادا کررہی ہے اور ہمیشہ کرتی رہے گی۔

پاکستان اور حقیقی جمہوریت

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی علمی وفکری خطاب☆

مرتّب: محمد یوسف منہاجین   معاون: محمد شعیب بزمی/محمد خلیق عامر

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ.

’’بے شک اللہ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا یہاں تک کہ وہ لوگ اپنے آپ میں خود تبدیلی پیدا کر ڈالیں‘‘۔ (الرعد،۱۳:۱۱)

حالات کو بدلنے، اپنی محرومیوں کو خوشحالی میں ڈھالنے، معاشرے میں حقیقی تبدیلی لانے اور اپنے حقوق کے حصول کے لئے اس فرمان خداوندی کی روشنی میں انسان کو خود جرأت و بہادری کا مظاہرہ کرنا ہوتا ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ کوئی دوسری مخلوق آکر ہمیں محرومیوں سے نجات دلائے، ہمیں ہمارے حقوق دلوائے اور ہمارے معاشرے کو جنت نظیر بنائے۔ اگر انسان اپنے اردگرد کے حالات و واقعات سے مایوس ہوکر بیٹھ جائے اور خاموشی سے ظلم سہتا اور ظلم ہوتا دیکھتا رہے تو یہ عمل اسلامی تعلیمات کے یکسر منافی اور عذاب الٰہی کے نزول کا باعث ہے۔

حضرت ھُشَیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

مَا مِنْ قَوْمٍ يُعْمَلُ فِيهِمْ بِالْمَعَاصِي ثُمَّ يَقْدِرُوْنَ عَلَى أَنْ يُغَيِّرُوْا ثُمَّ لَا يُغَيِّرُوا إِلَّا يُوْشِكُ أَنْ يَعُمَّهُمُ اللهُ مِنْهُ بِعِقَابٍ.

(أبو داود في السنن، كتاب: الملاحم، باب: الأمر والنهي، ۱۲۲/۴، الرقم: ۴۳۳۸)

’’جو بھی قوم ایسی ہو کہ اس میں برے کاموں کا اِرتکاب کیا جائے پھر وہ اِن برے کاموں کو روکنے پر قدرت رکھنے کے باوجود بھی نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے عذاب میں مبتلا کر دے۔‘‘

آقا علیہ السلام نے اس حدیث میں تبدیلی اور انقلاب کی بات کی ہے کہ حالات اتنے خراب ہو جائیں کہ جب لوگوں میں گناہ، نافرمانی، کرپشن، دھاندلی اور وہ تمام امور جنہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے منع کیا، لوگوں کے سامنے سب ہونے لگیں اور لوگ اس کو بدلنے کے لیے نہ اٹھیں، انقلاب کے لیے نہ اٹھیں تو اللہ رب العزت عنقریب اس پوری قوم کو اپنے عمومی عذاب کی لپیٹ میں لے لے گا اور کوئی بھی نہیں بچے گا۔

☆ اسی حدیث مبارکہ کو سیدنا صدیق اکبرؓ نے ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

اِنَّ النَّاسَ اِذَا رَاَوُا الظَّالِمَ فَلَمْ يَاْخُذُوْا عَلٰى يَدَيْهِ، اَوْشَكَ اَنْ يَعُمَّهُمُ اللهُ بِعِقَابٍ مِنْهُ.

(الترمذی فی السنن، کتاب الفتن، باب ماجاء

☆ (خطاب نمبر: M-249، مقام: برمنگھم، برطانیہ، مورخہ: 04 مئی 2013ء)

فی نزول العذاب اذا لم یغیر المنکر، ۴/۴۶۷، الرقم/۲۱۶۸)

''جب لوگ ظالم کو (ظلم کرتا) دیکھیں اور اسے (ظلم سے) نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن سب کو عذاب میں مبتلا کردے''۔

یعنی اگر لوگ اس کرپشن کے خلاف، حق تلفی اور بددیانتی کے خلاف آواز نہیں اٹھائیں گے، انقلاب کے لیے اور کرپٹ طاقتوں کا راستہ روکنے کے لیے نہیں اٹھیں گے، اس نظام کو مسترد نہیں کریں گے اور صرف خاموشی سے دیکھتے رہیں گے کہ بددیانت لوگ قوم کا خزانہ لوٹ رہے ہیں اور پورا نظام معاصی کو فروغ دے رہا ہے تو اللہ تعالیٰ ساری قوم کو اپنے عذاب کی لپیٹ میں لے لے گا۔

☆ ایک اور مقام پر حضور نبی اکرم ﷺ نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضہ کو پورا کرنے کی پاداش میں دعاؤں کے رد ہوجانے کا ذکر کیا۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ أَوْ لَيُوْشِكَنَّ اللهُ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَابًا مِنْهُ. ثُمَّ تَدْعُوْنَهُ فَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ.

(الترمذي في السنن، كتاب: الفتن، باب: ما جاء في الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، ۴/۴۶۸، الرقم: ۲۱۶۹)

''اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! تم ضرور بالضرور نیکی کا حکم دو گے اور برائی سے منع کرو گے ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب بھیجے گا۔ پھر تم اسے (مدد کے لیے) پکارو گے تو تمہاری پکار کو رد کردیا جائے گا''

ان احادیث مبارکہ سے واضح ہورہا ہے کہ دو صورتیں ہوں گی:

۱۔ لوگوں کو نیکی، اچھائی کی طرف بلاتے رہو گے، آوازِ حق اٹھاتے رہو گے اور بدی اور برائی کے خلاف سینہ سپر ہوکر کھڑے رہو گے، مذمت کرو گے تو عذاب الٰہی سے محفوظ رہو گے۔

۲۔ دوسری صورت یہ ہوگی کہ اگر تم نے یہ کام روک دیا اور گھر بیٹھ گئے اور یہ سوچ لیا کہ ہماری کوشش سے کیا ہوگا؟ تمہاری اس خاموشی کے نتیجے میں نیکی دبتی رہے گی اور بدی طاقتور ہوتی رہے گی۔ اگر تم یہ فریضہ ادا کرنا چھوڑ دو گے تو اللہ رب العزت اپنی بارگاہ سے عذاب اتارے گا اور ساری سوسائٹی کو اس عذاب کی لپیٹ میں لے لے گا۔ جب قوم عذاب کی لپیٹ میں آ جائے گی تو اس وقت اگر صالحین بھی دعا کریں گے کہ اے باری تعالیٰ ہماری قوم پر رحم فرما، عذاب اٹھا لے، تو ان کی دعائیں بھی قبول نہیں ہوں گی۔

دعائیں اس وجہ سے قبول نہیں ہوں گی، کہ تم خاموش رہے بلکہ اس وجہ سے قبول نہ ہوں گی کہ تم نے اپنی خاموشی کی وجہ سے ظالموں، جابروں کو اقتدار تک پہنچنے کی دعوت دی۔ تم نے خاموشی اور بے حسی کی وجہ سے پورے معاشرے میں ظلم کے طاقتور ہوجانے میں مدد کی۔

موجودہ حالات کی منظر کشی

احادیث مبارکہ کا مطالعہ کرنے سے یوں لگتا ہے کہ آقا علیہ السلام آج سے چودہ صدیاں پہلے ہمارے دور کا مشاہدہ فرما رہے ہیں اور پہلے سے ہی ہمیں ان فتن بارے آگاہ فرما رہے ہیں۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں ہم ایک مرتبہ حضور علیہ السلام کے گرد حلقہ کی صورت میں بیٹھے تھے، اس مجلس میں دورِ فتن کا ذکر ہوا۔ بعض صحابہ کرامؓ نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! وہ فتنوں کا دور کیا ہوگا؟ اس پر آقا علیہ السلام نے جواب دیا:

إِذَا رَأَيْتُمُ النَّاسَ قَدْ مَرِجَتْ عُهُوْدُهُمْ وَخَفَّتْ أَمَانَاتُهُمْ وَكَانُوْا هٰكَذَا — وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ — قَالَ: فَقُمْتُ إِلَيْهِ. فَقُلْتُ: كَيْفَ أَفْعَلُ عِنْدَ ذٰلِكَ جَعَلَنِي اللهُ فِدَاكَ؟ قَالَ: اِلْزَمْ بَيْتَكَ وَامْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ، وَخُذْ بِمَا تَعْرِفُ وَدَعْ مَا تُنْكِرُ، وَعَلَيْكَ بِأَمْرِ خَاصَّةِ نَفْسِكَ، وَدَعْ عَنْكَ أَمْرَ الْعَامَّةِ.

(أبو داود في السنن، كتاب الفتن والملاحم، باب الأمر والنهي، ١٠٩/٤، الرقم/٤٣٤٣)

’’جب تم لوگوں کو دیکھو کہ انہوں نے وعدوں کا پاس کرنا چھوڑ دیا ہے اور امانتوں کی پروانہیں رہی اور آپ ﷺ نے دونوں ہاتھوں کی انگشت ہائے مبارک کو آپس میں پیوست کرکے فرمایا کہ (امانتوں کو لوٹنے والے گروہ) یوں گتھم گتھا ہو جائیں گے - میں آپ ﷺ کی خدمت میں کھڑا ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر قربان کرے۔ اُس وقت میں کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اُس وقت اپنے گھر میں ہی رہنا، اپنی زبان کو قابو میں رکھنا، اچھی چیز کو اختیار کرنا اور بری بات کو چھوڑ دینا۔ اورتم پر لازم ہے کہ (اپنے دینی و مذہبی اور معاشرتی و اَخلاقی فرائض کی کامل ادائیگی کے ذریعے) اپنی جان (کو نارِ جہنم سے بچانے) کی خصوصی فکر کرنا اور رائے عامہ کی پیروی کو چھوڑ دینا (بلکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی پیروی کرنا)‘‘۔

یعنی فتنوں کا دور وہ ہوگا، جب تمہارے اندر وعدوں کا توڑنا عام رواج پا جائے گا، قوم کی امانتوں میں کرپشن ہوگی۔ اس کرپشن کو بڑا ہلکا ومعمولی سا کام سمجھا جائے گا، سیاسی و معاشرتی کلچر سمجھا جائیگا، لوگ اس پر دھیان بھی نہیں دیں گے۔ کرپشن اور لوٹ مار کرنے والے ہوں گے تو الگ الگ، کسی کا تعلق کس جماعت سے، کسی کا کسی سے، مگر وہ کرپشن کرنے میں باہم ملے ہوئے ہوں گے۔ آقا علیہ السلام نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں ڈال کر ان کے کرپشن وظلم پر یکجان ہونے کو بیان فرمایا کہ یہ ساری جماعتیں اور لیڈر آپس میں اس طرح اکٹھے ہو جائیں گے، ان کا مک مکا ہو جائے گا، اس طرح باہم جڑ جائیں گے جیسے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں جڑ گئی ہیں۔ یعنی یہ جدا نہیں ہوں گے، دیکھنے میں جدا ہوں گے مگر کرپشن پر ایک ہو جائیں گے۔

آقا ﷺ نے جس زمانے کی نشاندہی فرمائی وہ زمانہ آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ جو لوگ اول دن سے شریعت کے نام پر سیاست کررہے ہیں، جو جماعتیں اور ’’مذہبی‘‘ شخصیات کتاب وسنت کے نام پر رزق اکٹھا کرتی ہیں وہ بھی کرپشن اور کرپٹ عناصر کے ساتھ مل گئی ہیں۔ گویا یہ وعدہ خلافی اور کرپشن کے ایجنڈے پر ایک ہو چکے ہیں۔

موجودہ حالات سے نجات کا راستہ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ جب ایسا وقت آ جائے تو کیا کریں؟

آقا علیہ السلام نے ان حالات سے نکلنے کے لئے اس حدیث مبارکہ میں درج ذیل نکات پر مشتمل ایک پورا نسخہ عطا فرمایا:

١. خُذْ بِمَا تَعْرِفُ وَدَعْ مَا تُنْكِرُ:

ان حالات سے نکلنے اور ان بددیانت/ کرپٹ عناصر کا مقابلہ کرنے کے لئے پہلا قدم یہ ہے کہ جب ایسے حالات ہو جائیں تو کسی کی مت سنو۔ اللہ و رسول ﷺ نے جس شے کو سچ کہا ہے اس کے ساتھ جڑ جاؤ اور جس شے کو باطل وجھوٹ کہا ہے اس کو رد کر دو۔

٢. عَلَيْكَ بِأَمْرِ خَاصَّةِ نَفْسِكَ:

ان فتن کی سرکوبی اور ان عناصر کے سدِّ باب کے لئے دوسرا قدم یہ ہے کہ اپنی ذات کی ذمہ داری

نبھانے پر ڈٹ جانا۔ اپنے دینی، مذہبی، معاشرتی اور اخلاقی فرائض کی کماحقہ ادائیگی بجا لانا تاکہ اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا تمہیں نارِ جہنم سے بچاسکے۔ لہذا اپنے فرائض کی ادائیگی کی طرف خصوصی متوجہ رہنا اور ان کو سرانجام دینے کے لئے فکر کرنا۔

۳. دَعْ عَنْکَ أَمْرَ الْعَامَّةِ:

تیسرا قدم یہ ہے کہ یہ مت دیکھو کہ عوام الناس کدھر جا رہے ہیں۔ عوام الناس اپنے ذاتی مفادات کو دیکھتے ہوئے خواہ کسی پارٹی کے پیچھے جا رہے ہیں یا اپنی برادریوں کی پیروی کررہے ہیں، یہ ان کے دھندے ہیں۔ تم عامۃ الناس کی پیروی نہ کرو بلکہ خدا اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی پیروی کرو۔ عوام کا رجحان کیا ہے؟ اسے رد کردو اور خدا و رسول ﷺ کے فرمان کو اپنا لو۔

تحریک منہاج القرآن اور پاکستان عوامی تحریک الحمدللہ اسی حدیثِ مصطفی ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے اپنے فرائض بلاخوف وخطر سرانجام دے رہی ہے کہ ہم نے نہیں دیکھا کہ عوام کیا چاہتے ہیں بلکہ ہم نے عوام کے رجحان کو رد کیا ہے اور خدا و مصطفی ﷺ کے فرمان کو اپنایا ہے۔ کوئی بھلے تنقید کرے، طعن کرے، تشنیع کرے اس کی پرواہ نہیں کی اور جو حق اور سچ بات ہے، اُسے علی الاعلان بیان بھی کررہے ہیں اور باطل و استحصالی قوتوں کے خلاف عملی جدوجہد بھی کررہے ہیں۔

قائد کی پہچان

حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک مقام پر عوام کا نام لے کر فرمایا کہ اگر مذکورہ حالات درپیش ہوں تو

وَإِيَّاکَ وَعَوَامَّهُمْ.

(المقرئ في السنن الواردة في الفتن، ٢/٣٦٣، الرقم: ١١٧)

''(اس وقت) عامۃ الناس کی رائے کی پیروی سے بچنا''۔

اس فرمان سے قائد و رہنما کی علامت ونشانی بھی واضح ہوتی ہے کہ لیڈر وہ ہوتا ہے جو لوگوں کے پیچھے نہ جائے۔ قائد کا کام یہ نہیں کہ وہ عوام کے رجحان کو دیکھ کر وہی آواز بلند کرے جو عوام چاہتی ہے تاکہ لوگ مجھے اچھا کہیں۔ نہیں، ایسا نہیں ہے۔ قائد وہ ہے جو عوام کے پیچھے نہ چلے بلکہ عوام کو صحیح راستہ دکھائے۔ لیڈر عوام کی راہ متعین کرنے والا ہوتا ہے۔ جس سوسائٹی میں عوام الناس رجحان متعین کرنے لگ جائیں اور لیڈر ان کی خوشی کی خاطر ان کے پیچھے چلیں، اس سوسائٹی پر اللہ کا عذاب نازل ہوتا ہے۔ لیڈر کے پیش نظر ہمیشہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فرمان اور اسلام کے اصول ہونے چاہئیں اور وہ اس کی روشنی میں رجحان متعین کریں۔ وہ اس ضمن میں لوگوں کے دھارے کی پرواہ نہ کریں۔

قائد و رہنما نے ان حالات میں کہاں تک ذمہ داری ادا کرنا ہے؟ اس کی وضاحت بھی فرمان مصطفیٰ میں موجود ہے۔ حضرت ابوالدرداءؓ روایت کرتے ہیں، حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لن تذالوا بخير ما لم تعرفوا ما كنتم تنكرون.

''جب تک تم بدی کو نیکی نہیں سمجھو گے خیر پر رہو گے''۔

افسوس! ہم نے نیکی اور بدی میں اختلاط کردیا۔ مزید فرمایا:

وما دام العالم يتكلم فيكم بعلمه فلا يخاف احدا.

(السنن الواردة فی الفتن، عمروالمقری، ۳:۴۴،۷)

'' اگر بہت سے لوگ حق کی آواز بلند کرنے والے نہ بھی رہیں اور صرف ایک عالم بھی رہ جائے تو وہ لوگوں سے نہ ڈرے''۔

یعنی قرآن و سنت کا جو علم اللہ نے اسے خیرات کیا ہے اس کی روشنی میں لوگوں کو حق بتاتا رہے اور لوگوں کے ظلم اور طعنوں سے نہ ڈرے۔

اس وقت ہمارا فریضہ یہ ہے کہ ہم بھیڑ چال نہ چلیں۔ حق کو خدا اور رسول ﷺ کے فرمان سے اخذ کریں۔ عوام کا رجحان اس کی روشنی میں متعین کریں اور بلا

خوف و خطر حق کے لیے جدوجہد کریں تا کہ اللہ رب العزت کے عذاب سے قوم بھی بچے اور ہم بھی بچیں۔ آج ہمارے معاشرے کی عکاسی کچھ یوں ہے کہ

؎ میرے گھر کو آگ لگی تھی، کچھ لوگ بجھانے آئے تھے
جو مال بچا تھا جلنے سے، سو وہ بھی اُن کے ہاتھ لگا

سیاسی ''قائدین'' سے ایک سوال!

میں ان سیاسی لیڈرز سے سوال کرتا ہوں جو طویل عرصہ سے چہرے بدل بدل کر اس قوم پر مسلط ہیں کہ وہ ۶۵ برس سے غریب کی غربت اور ان کی جان و مال اور عزت سے کھیلتے رہے، اس ملک کی دھرتی پر خون کی ہولی کھیلی جاتی رہی، کرپشن کا بازار گرم رہا، ادارے برباد ہوئے، جمہوریت کی مٹی پلید ہوئی، امانت نام کی کوئی شے نہیں بچی، معاشی ترقی کا خاتمہ ہوگیا، سارے ادارے برباد ہو گئے، غریب کے پاس کھانے کا کچھ نہیں۔ غریب اپنی عزت یا خون بیچ کر کھا رہا ہے۔ تو کیا:

؎ لہو کو بیچ کر روٹی خرید لایا ہوں
امیرِ شہر بتا یہ حلال ہے یا نہیں؟

اے امیرِ شہر! جہاں لوگ لہو بیچ کر روٹی کے لقمے کو ترس رہے ہیں، جہاں عزتیں بیچ کر جینا مانگ رہے ہیں، جہاں کسی کی جان، مال اور عزت کی حفاظت نہیں۔ عدل و انصاف عدالتوں میں نہیں ملتا، کرسیوں پر بیٹھنے والے عدل کو بیچنے والے ہیں، ہر طرف ضمیر فروشی ہے۔ جب حالات یہ ہیں تو امیرِ شہر بتا جس ''جمہوریت'' کے تم راگ الاپ رہے ہو کیا ان حالات میں یہ فرسودہ نظام قابل عمل ہے؟ کیا اس فرسودہ نظام کو اس قوم و ملک پر مسلط کرنا حلال کے درجہ میں آئے گا یا حرام کے درجے میں ٹھہرے گا؟ کیا یہ جمہوریت، آئین اور قانون ہے؟ افسوس! یہاں آئین، قانون اور جمہوریت ماتم کناں ہیں کہ کوئی حق، کوئی ضابطہ، کوئی اصول یہاں کارفرما نہیں۔ یہاں نہ آئین بچا، نہ قانون بچا اور نہ جمہوریت بچی۔

اگر ملک و قوم پر یہی فرسودہ نظام اور نام نہاد ''جمہوریت'' مسلط رہی تو یہ نظام انہی لٹیروں کو پلٹ پلٹ کر اقتدار پر لاتا رہے گا۔ انتخابات میں کرپٹ الیکشن کمیشن آئین کی تضحیک کر کے سب ڈاکوؤں، چوروں، لٹیروں، غاصبوں، حرام خوروں، قرض خوروں اور ٹیکس چوروں کو آرٹیکل 62,63 کی گنگا میں غسل دے کر پاک صاف ہونے کا سٹرفکیٹ پکڑا کے بھیجتے رہیں گے۔ جس طرح کہ گذشتہ تمام انتخابات میں ہوتا ہوا آ رہا ہے۔

وہی چور جن کے ذمے اربوں روپے کے قرضے ہیں، وہی ڈاکو جو قوم کا خزانہ لوٹ کے کھا گئے، وہی دہشتگرد اور خائن و بددیانت جو پوری قوم کی دولت سے ہمیشہ کھیلتے رہے، اس سے پہلے بھی اور آج بھی اسمبلیوں میں براجمان ہیں۔

قوم کی دولت کو لوٹنے والے 62,63 کا سٹرفکیٹ دکھا کر اپنی پارسائی کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ الیکشن کمیشن حکمرانوں کی آشیر باد اور ذاتی و مالی مفادات کے لئے 62,63 کا نام لے کر تماشا رچاتا ہے۔ کرپٹ، خائن اور ملکی دولت کو بے دردی سے لوٹنے والے بھی پاک صاف ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم 62,63 کی چھلنی سے نکل کر آئے ہیں۔ اس ملک میں اس قوم کے ساتھ ہمیشہ سے یہی دھوکہ ہوتا ہوا آیا ہے۔ اس جرم میں وہ بھی شریک ہیں جنہوں نے اس فرسودہ سیاسی و انتخابی نظام کو جعلی جمہوریت کے نام پر تحفظ دے رکھا ہے۔ ایسے مجرموں کو قوم کبھی معاف نہیں کرے گی۔ خدا کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔

تم سے پہلے وہ جو اک شخص یہاں تخت نشیں تھا
اس کو بھی اپنے خدا ہونے پہ اتنا ہی یقیں تھا

بڑی بڑی غرور کی گردنیں ٹوٹ گئیں، تمہاری کرسیاں بھی کھینچی جائیں گی، تمہاری گردنیں بھی مروڑی جائیں

گی اور وقت آئے گا کہ ہر مجرم سے قوم حساب لے گی۔

افسوس! جن لوگوں کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے ہونا چاہئے تھا وہ اقتدار کی مسندوں پر بیٹھے ہیں۔ ہم نے اس ظالمانہ سیاسی وانتخابی نظام کے خلاف کلمہ حق بلند کرکے خسارے کا سودا نہیں کیا بلکہ نفع کا سودا کیا ہے، اس لئے کہ ہم نے بدی اور گناہ کے ساتھ سمجھوتہ نہیں کیا، اپنا نظریہ نہیں بیچا بلکہ حق پر استقامت کے ساتھ قائم رہے اور قائم ہیں۔ اس نظام کو اس کے جملہ نقصانات اور قباحتوں کے ساتھ قبول کرنے والے درحقیقت کرپشن، ظلم اور دھاندلی کے گلاس میں گدلا پانی پی کر اپنی پیاس بجھا رہے ہیں، ہمیں پیاسا رہنا قبول ہے مگر گندا پانی پی کر پیاس نہیں بجھائیں گے۔

قوم کو یہ امر ملحوظ رکھنا ہوگا کہ انتہاء پسندی اور دہشتگردی کے دسترخوان پر حرام کھا کر اپنی بھوک نہ مٹائیں۔ ہمیں بھوکا رہنا گوارا ہے مگر دہشتگردی کے دسترخوان پر حرام نہیں کھائیں گے۔ قوم سیاسی لیڈروں، ان کے غلط وعدوں اور دھوکوں کی چمک خرید کر اندھیروں میں نہ بھٹکے۔ ''ریاست دشمن سیاست'' اور ''غریب دشمن نظام'' کا حصہ بن کر جرم اور گناہ میں شریک نہ ہوں۔ اس بڑے مقصد کو حاصل کرنے میں کچھ وقت لگے گا، بڑے مقاصد کے لیے وقت لگتے ہیں مگر یاد رکھنا کبھی، گدھ بن کر مردار نہ کھانا، ہمیشہ شاہین بن کر رہنا اور اپنی پرواز بلند رکھنا۔ ہزاروں گدھ لاشیں کھا رہے ہوں گے مگر بالآخر فتح اس شاہین کی ہے جو اپنی پرواز کو نیچے نہیں آنے دیتا۔ ہم اپنی پرواز کو نیچے نہیں آنے دیں گے، مردار نہیں کھائیں گے۔ ہم تاجدارِ کائنات ﷺ کے غلام ہیں، ہمارے اوپر کسی کے پیسے کا احسان نہیں ہے۔

غیر ملکی فنڈنگ کی روم تھام

میں ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ اگر ریاستی ادارے ملک کو دہشتگردی اور انتہاء پسندی سے پاک کرنا چاہتے ہیں تو انہیں غیر ملکی فنڈنگ کو روکنا ہوگا۔ کیا ہمارے مقتدر ریاستی ادارے، حکومت، وزارت داخلہ اور ایجنسیاں گونگی و اندھی ہیں؟ میں ان تمام سے پوچھتا ہوں کہ کیوں تمہارے لبوں پر مہر ہے؟ تمہیں نظر نہیں آتا کہ کون کون سا ملا، کون کون سی پارٹی، کون کون سا مدرسہ، کون کون سی جماعت اور کون کون سا ادارہ اِدھر اُدھر سے مال لے رہا ہے؟ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ کس کس کو کہاں کہاں سے فنڈنگ ہوتی ہے؟ اگر دہشتگردی و انتہاء پسندی اور فرقہ واریت کا خاتمہ چاہتے ہیں تو ان سارے نام نہاد ''قائدین'' کو جیل بھیج دیں جو باہر کے کسی ملک سے فنڈنگ لیتے رہے ہیں۔ اُن سارے اداروں پر پابندی لگادیں جو باہر کے فنڈز پہ چلتے ہیں۔

میں اپنی ذات کو اور تحریک منہاج القرآن و پاکستان عوامی تحریک کو سب سے پہلے نمونے کے لیے پیش کرتا ہوں۔ 36 سال کی میری جدوجہد میں میرے نام، تحریک منہاج القرآن کے نام، پاکستان عوامی تحریک کے نام، یا میرے مشن کے کسی بھی ادارے اور کسی بھی شعبے کے نام شرق سے غرب تک دنیا کی کسی حکومت سے، کسی ایجنسی سے، کسی اسٹیبلشمنٹ سے، کسی این جی او سے، کسی ادارے سے، ملک کے اندر یا ملک سے باہر کہیں سے بھی 36 سالوں میں کسی نام پر، کسی مد میں، کسی حوالے سے ڈائریکٹ یا اِن ڈائرکٹ ایک روپیہ، یا ایک ڈالر یا ایک پاؤنڈ بھی لینا ثابت ہو جائے تو میں اپنی گردن کٹوانے کو تیار ہوں۔

ہم پر دنیا کی کسی طاقت کا احسان نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ ہمارا سر کسی کے سامنے نہیں جھکتا۔ میں حضور غوث الاعظمؓ کا مرید ہوں، یہ ساری دنیا کی سلطنتیں اپنی دولت جمع کر لیں تو غوث پاک کے ادنیٰ مرید کا جوتا نہیں خرید سکتے۔ میرے کارکنان آقا ﷺ کے غلام، حضور ﷺ کے امتی اور قربانیاں دینے والے ہیں۔ ہم پر صاحبِ گنبدِ خضریٰ کے سواء کسی کا احسان نہیں۔ خدا کی قسم! تاجدارِ کائنات ﷺ کے ٹکڑوں پر پلا ہوں، پلتا ہوں، مصطفیٰ ﷺ کے در کا سگ

ہوں اور حضور ﷺ کے ٹکڑے کے سوا کسی کے ٹکڑے کو ایک نگاہ اٹھا کر بھی دیکھنا گوارا نہیں کرتا۔ سوائے خدا اور مصطفیٰ ﷺ کے کسی کا ہم پر کوئی احسان نہیں ہے۔

اسی وجہ سے ہم نہ کسی لالچ میں دبتے ہیں اور نہ کسی کے خوف سے ڈرتے ہیں۔ لہذا تمام کارکنان اسی طرح آگے بڑھتے چلیں، ان شاء اللہ منزل ایک دن ضرور ملے گی اور یہ پورا نظام بدلے گا۔ یہ جدوجہد اللہ کی مدد اور آقا علیہ السلام کے نعلین پاک کے تصدق سے اُس وقت تک جاری رکھیں گے جب تک غریبوں کے چہروں پر خوشی لوٹ نہیں آتی۔۔۔ جب تک کسان زمین کا خود مالک نہیں بن جاتا۔۔۔ جب تک مزدور اپنی صنعت کی تخلیق کا پھل خود نہیں کھاتا۔۔۔ جب تک عدل و انصاف کا پانی سوسائٹی کو سیراب نہیں کر دیتا۔۔۔ اُس وقت تک جدوجہد جاری رکھیں گے جب تک محبت کے ذریعے اس ملک سے نفرت ختم نہیں کر دیتے۔۔۔ جب تک اعتدال پسندی کے ذریعے انتہاء پسندی کا خاتمہ نہیں ہوجاتا۔۔۔ جب تک امن و آشتی اس ملک سے دہشتگردی کا خاتمہ نہیں کر دیتی۔۔۔ جب تک علم وشعور یہاں سے جہالت کا خاتمہ نہیں کرتا۔۔۔ جب تک معاشی خوشحالی اس ملک سے غربت ومحرومی کا خاتمہ نہیں کرتی۔ اس یقین کے ساتھ مشن پر استقامت سے قائم رہیں کہ اللہ رب العزت مخلص لوگوں اور غریبوں کی جدوجہد کو کبھی بھی ضائع نہیں کرتا بلکہ اپنی مدد سے منزل ضرور عطا کرتا ہے۔

جمہوریت کیا ہے؟

ہم جمہوریت پر یقین رکھتے ہیں۔ اس کائنات میں جمہوریت کے بانی آقائے دو جہاں ﷺ ہیں۔ سب سے پہلا تحریری دستور میثاقِ مدینہ کی صورت میں آقا علیہ السلام نے دیا اور اس کی اساس جمہوریت کے اصولوں پر تھی۔ لہذا ہم جمہوریت کے قائل ہیں، انتخابات کے قائل ہیں، مگر یہ جو کچھ اس ملک میں ہو رہا ہے، یہ اصل وحقیقی جمہوریت نہیں ہے۔ اس لئے کہ جمہوریت صرف الیکشن کا نام نہیں۔ بلکہ یہ الیکشن سے بڑھ کر شے ہے۔

جمہوریت انسانی بنیادی حقوق کی بحالی، اچھے طرز حکمرانی، ہر شعبہ میں شفافیت اور احتساب کا نام ہے۔ یہ تمام عناصر مل کر جمہوریت کے ماحول کو قائم کرتے ہیں۔ یہ جمہوریت کے لازمی اجزاء ہیں۔ جمہوریت قانون کی حکمرانی کی مضبوطی، ہر ایک کے لئے یکساں قانون، ہر ایک کو قانون کے تحت حفاظت کی یقین دھانی کا تقاضا کرتی ہے۔ جمہوریت ایسے نظام انتخابات کا تقاضا کرتی ہے جو شفافیت، احتساب، برابری، انصاف، دیانت اور حقیقی آزادی پر قائم ہو۔ جہاں ہر عام آدمی بغیر کسی قسم کے جبر و اکراہ کے آزادی اور دیانت کے ساتھ اپنا حق رائے دہی استعمال کر سکے۔

لہذا ہم ایسی قانون سازی چاہتے ہیں، ایسے ادارے چاہتے ہیں، ایسا طریق کار چاہتے ہیں جس کے تحت مکمل طور پر شفافیت کی یقین دہانی حاصل ہو۔ اس نظام کا یہاں مکمل فقدان ہے لہذا ہم کرپشن کو جمہوریت کا نام نہیں دے سکتے۔ اس وقت پاکستان کا مکمل نظام کرپشن پر قائم ہے۔ ہمارے اس سیاسی وانتخابی نظام میں شفافیت واحتساب ناپید ہے۔ یہاں کے انتخابات تین Ms پر مبنی ہیں:

۱۔ Might (طاقت/ دھونس)

۲۔ Maneuvering (دھاندلی)

۳۔ Money (دھن/ روپیہ)

یہاں اہلیت وصلاحیت کا کوئی معیار نہیں ہے۔

ہم سیاسی نظام میں شفافیت کا مطالبہ کرتے ہیں۔۔۔ ہمارا مطالبہ معاشی نظام سے کرپشن کا خاتمہ ہے۔۔۔ ہمارا مطالبہ پاکستان سے دہشت گردی و انتہاء پسندی کا خاتمہ ہے۔۔۔ ہم معاشرتی، معاشی، سیاسی سطح پر اس ملک میں حقیقی جمہوریت کا مطالبہ کرتے ہیں۔۔۔ اس لئے کہ یہ

ہماری بنیادی ضرورت ہے۔

جمہوریت کا مطلب جاننا ہو تو برطانیہ کو دیکھیں جہاں وزراء اور اراکین اسمبلی معمولی جھوٹ اور معمولی کرپشن پر بھی نہ صرف عہدہ سے فارغ کردیئے جاتے ہیں بلکہ اپنے اختیارات کا معمولی سا غلط استعمال کرنے کی باقاعدہ سزا بھی بھگتتے ہیں۔ جہاں سٹیشنری کی مد میں معمولی سی کرپشن پر MP عہدے سے فارغ ہوجاتا ہے۔ جمہوری معاشرے نہایت مضبوط ہوتے ہیں جہاں عوام کا غم و غصہ ہی کرپٹ وزراء یا عوام کے امیدوں پر پورا نہ اترنے والے حکمرانوں کے عہدوں پر بحال نہ رہنے کا سبب قرار پاتا ہے۔

لیکن بدقسمتی سے پاکستان میں کروڑوں، اربوں روپے، سیاسی لیڈروں، وزیراعظم، وزراء اعلیٰ، ممبران اسمبلی کے ذریعے کرپشن کی نذر ہوجاتے ہیں مگر یہاں کوئی ان کو ان کے عہدوں سے برطرف کرنے کے اختیار نہیں رکھتا۔ عوام یہاں بے بس ہیں۔ لاکھوں کے حساب سے جعلی ووٹ رجسٹرڈ ہیں۔ انتخابی مہم میں پیسہ اور دھاندلی اپنا کام دکھاتے ہیں۔ بلیک میلنگ، ٹارگٹ کلنگ، جرائم، ہراساں کرنا، اغواء برائے تاوان، غربت، دہشت گردی اور معاشرتی عدم تحفظ کا رواج ہے۔ ان تمام عناصر کی موجودگی میں ایک غریب آدمی دیانت و امانت اور آزادی کے ساتھ اپنا حق رائے دہی استعمال نہیں کرسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم یہاں پر حقیقی تبدیلی اور انقلاب کی بات کرتے ہیں۔

ہم حقیقی جمہوریت چاہتے ہیں جس کا وعدہ ہمارے آئین میں بھی ہے اور قائداعظم نے بھی دیا تھا۔ ہم جمہوریت سے کرپشن کا خاتمہ چاہتے ہیں اور اہل لوگوں کو اوپر لانا چاہتے ہیں۔ اس جمہوریت میں کرپشن کی انتہا یہ ہے کہ گورنمنٹ آف پاکستان کے سرکاری ادارے نیب نے یہ اعلان کیا تھا کہ پانچ ہزار ارب روپے سالانہ پاکستان میں کرپشن ہے۔ یہ میرا بیان نہیں بلکہ نیب کے چیئرمین کا آفیشلی اناؤنس ہے کہ دس سے بارہ ارب روپے یومیہ کرپشن ہوتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ پانچ ہزار ارب روپے سالانہ کرپشن والے یہ لوگ کون ہیں؟ کیا یہ کرپشن غریب طبقہ کررہا ہے یا بیرون ملک روزگار کمانے والے پاکستانی کررہے ہیں؟ یا یہ کرپشن عام پاکستانی کررہا ہے؟

دراصل یہ کرپشن کرنے والے نام نہاد لیڈرز ہیں جو عرصہ دراز سے مسند اقتدار پر مسلط ہیں۔ میں مقتدر اداروں اور اس فرسودہ انتخابی و سیاسی نظام کے ٹھیکیداروں سے پوچھتا ہوں کہ وہ سالانہ پانچ ہزار ارب روپے کی کرپشن کرنے والے کرپٹ کہاں گئے؟ ان تمام نے اہل ہوکر الیکشن لڑا اور اب وہی کرپٹ لوگ اس قوم کے پھر لیڈر ہیں۔ اگر اسی طرح رہا تو یہ ملک مزید تباہ ہو گا۔ یہاں جمہوری قدریں کیا فروغ پائیں گی، یہاں تو خاندان اور نسلیں پل رہی ہیں، خاندان حکومت کررہے ہیں، اگرچہ اس خاندان کے کسی فرد کے پاس کوئی سرکاری عہدہ نہ بھی ہوتب بھی وہ وزیراعظم، وزیراعلیٰ اور وزیر خارجہ تک کے اختیارات استعمال کرتے ہیں۔

کوئی ایک پارٹی بھی ایسی نہیں جس کے اندر جمہوریت ہو۔ محلات میں رہنے والے اس ملک کے اٹھارہ کروڑ غریبوں کی کیا بات کریں گے؟ اس موقع پر اپنا ذکر کرنا اچھا نہیں لگتا مگر بعض اوقات آقا علیہ السلام کی سنت کے تحت کوئی بات بتانا بھی پڑتی ہے۔ ہم نے بھی زندگی گزاری ہے، ہمارے پاس آج سے تیس سال پہلے ایک کنال کا گھر تھا، آج بھی وہی گھر ہے۔ اس کے علاوہ ایک انچ زمین کا مالک میں نہیں ہوں۔ بتانا مقصود یہ ہے کہ تبدیلی لانے کے لیے اپنی ذات میں اور اپنے کردار میں تبدیلی لانا پڑتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں جتنی بھی لیڈرشپ رہی انہوں نے پاکستان کو الیکٹورل ڈکٹیٹرشپ کا حامل ملک بنا دیا۔

جمہوریت کے عالمی انڈیکس میں پاکستان کا مقام

دنیا میں جن ملکوں میں جمہوریت ہے، ان کی ''جمہوریت'' کے کامل و ناقص ہونے کے اعتبار سے تین قسمیں ہیں:

ا۔ 25 ملک ایسے ہیں جنہیں Full Democratic (مکمل جمہوری) کہتے ہیں۔

۲۔ 53 ملک ایسے ہیں جنہیں Fault Democratic کہتے ہیں یعنی یہ ممالک ناقص (Defective) جمہوریت کے حامل ہیں۔

۳۔ 37 ملک ایسے ہیں جنہیں Hybrid Rajeems کہتے ہیں۔ یہ سیاسی آمریت کے حامل ممالک ہیں۔ وہاں انتخابات ہوتے ہیں، انتخابات کے نام پہ جمہوریت کا ٹائیٹل بھی سجتا ہے مگر اندر سیاسی آمریت ہوتی ہے۔

پاکستان نہ مکمل جمہوری ملک ہے اور نہ ناقص جمہوریت کا حامل ہے بلکہ پاکستان کا شمار سیاسی آمریتوں میں شمار 37 ملکوں میں آخری نمبروں پر ہے۔ پاکستان کو اس حال میں ان نام نہاد سیاستدانوں اور حکمرانوں نے پہنچایا ہے۔ قوم یہ جان کر حیران ہوگی کہ ''اکانومسٹ یونٹ'' کی تحقیق کے مطابق جمہوریت کے انڈیکس میں ''یوگنڈا'' ہم سے بہتر ہے۔ اور اس کا درجہ 96 ہے۔۔۔ فلسطین جو ابھی ملک بھی نہیں بنا، اس کا درجہ 99 ہے اور وہ بھی ہم سے بہتر ہے۔۔۔ کینیا کا درجہ 103 ہے اور وہ بھی ہم سے بہتر ہے۔۔۔ بھوٹان کا درجہ 104 اور وہ بھی ہم سے بہتر ہے۔۔۔ پاکستان کا درجہ جمہوریت کے انڈیکس میں 105 ہے۔

ان نام نہاد حکمرانوں اور لیڈروں کو شرم آنی چاہئے کہ انہوں نے 65 سال میں اس ملک کو کیا دیا ہے؟ انہوں نے یہاں اتنی تباہی دی کہ جمہوریت کے انڈیکس میں اس ملک کا شمار نچلے ترین درجے میں کروایا۔ یہ اس ''جمہوریت'' کے مطابق ترقی کا ایک رخ ہے۔

ریاستی صلاحیت و استعداد

دنیا میں ریاستوں کی بقاء کے حوالے سے مختلف امور میں باہمی موازنہ کیا جاتا ہے کہ کس ملک کی ریاستی صلاحیت و استعداد کیا ہے؟ یعنی اس ریاست کے برقرار رہنے، باقی رہنے کی صلاحیت کیا ہے؟ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو 08-2007ء میں پاکستان کا درجہ 92 تھا۔ 09-2008ء میں مزید نیچے گرے اور پاکستان کا ریاستی صلاحیت میں درجہ 101 ہوگیا۔ اب ہم مزید 22 درجے تنزلی میں جانے کے بعد 123 نمبر پر آ چکے ہیں۔ یہ عالمی سطح پر ہماری بطور ریاست صلاحیت کی جائزہ رپورٹ ہے۔ اگر ہمارے ہاں حقیقی جمہوریت ہوتی تو معاشی و معاشرتی ترقی ہوتی۔ اگر جمہوریت ہوتی تو قانون کی حکمرانی ہوتی۔ اگر جمہوریت ہوتی تو پھر یہاں سرمایہ کاری آتی۔ اگر جمہوریت ہوتی تو یہاں ہر لحاظ سے ترقی کے مواقع ہوتے اور ریاستی صلاحیت بلند ہوتی۔ افسوس ہم ہر لمحہ نیچے ہی گرتے چلے جارہے ہیں۔

ہر ملک کی صلاحیت میں اتار چڑھاؤ آتا رہتا ہے اور اس کی صلاحیت و استعداد میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ اونچ نیچ انڈیا میں بھی آئے مگر انڈیا ان سالوں میں صرف 2 درجے نیچے گیا اور پھر اوپر چلا گیا۔۔۔ برازیل بھی 2 درجے نیچے گیا مگر پھر اوپر کی طرف بلند ہوگیا۔۔۔ 2008ء سے 2012ء بنگلہ دیش صرف ایک درجہ ریاستی صلاحیت میں نیچے گیا۔۔۔ انڈونیشیا 10 درجے اوپر گیا۔۔۔ سری لنکا 17 درجے اونچا گیا۔۔۔ دوسری طرف پاکستان کا حال انہی سالوں میں دیکھئے کہ پاکستان 22 درجے نیچے گیا۔

قوم سے جھوٹ بولنے والے یہ حکمران قومی مجرم ہیں۔ ان کے گلے میں طوق ہونا چاہئے، انہیں جیل

کی سلاخوں کے پیچھے ہونا چاہئے۔ یہ لیڈری کے قابل نہیں ہیں بلکہ یہ گیدڑ ہیں، قوم کو برباد کرنے والے اور پاکستان کی صلاحیت ختم کرنے والے ہیں۔ پاکستانی قوم کی اپنی صلاحیت دنیا کی بہترین اقوام کے برابر ہے، قوم کی صلاحیت اونچی ہے مگر بطورِ ریاست پاکستان کو ان لوگوں نے برباد کر دیا۔

یہ لوگ ہر بار وعدے کرتے ہیں کہ آپ ہمیں ووٹ دیں، ہم اقتدار میں آئے تو ہم پاکستان کو چند سالوں میں آسمان تک پہنچا دیں گے۔ ظالمو! تم ہی تو اقتدار پر رہے ہو۔ تمہارے سواء رہا کون ہے اقتدار پر۔ ۹۰ کی دہائی میں یہ دونوں پارٹیاں پورے دس سال باری باری اقتدار پر رہیں۔۔۔ پھر پچھلے پورے پانچ سال ایک پارٹی مرکز/ وفاق اور سندھ میں اقتدار میں رہی، دوسری پارٹی ملک کے ساٹھ فیصد حصے یعنی سب سے بڑے صوبے پنجاب پر اقتدار میں رہی۔۔۔ اور اب یہ وفاق اور پنجاب میں برسر اقتدار ہیں اور دوسری پارٹی سندھ میں ہے۔۔۔ نصف سے زیادہ حصہ ملک کا ان کے اقتدار میں رہا، ان دونوں نے مل کر پاکستان کو برباد کر دیا۔ اب ان کے پاس نیا ایجنڈا ہے ہی کیا جو یہ ملک کو دیں گے؟ درحقیقت ان کے پاس صلاحیت ہی نہیں ہے۔

ان لوگوں کے دورِ اقتدار میں اس ملک کے ساتھ کیا کیا ہوتا رہا ہے؟ یہ المناک داستان ہے۔ یہ بات صرف ایک دورِ حکومت کی نہیں بلکہ پچھلے 25 سال کا حال بیان کر رہا ہوں، اس صورت حال کے سیاسی لیڈر، سیاسی جماعتیں اور فوجی لیڈر الغرض تمام ذمہ دار ہیں۔

تعلیم وصحت سے حکمرانوں کا سلوک

پاکستان میں تعلیم اور صحت کی سہولیات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ بجٹ میں ان دونوں شعبوں کے لئے GDP کا صرف 2 سے 3 فیصد خرچ کیا جاتا ہے جبکہ اس کے برعکس اگر دیگر ممالک کے ساتھ اس کا موازنہ کیا جائے تو نیپال میں GDP کا 4.6% تعلیم اور ہیلتھ پر 5.8% خرچ کیا جاتا ہے۔۔۔ بھوٹان میں تعلیم پرGDP کا 4.8%اور ہیلتھ پر GDP کا 5.5%۔۔۔ مالدیپ میں GDP کا 11.2% تعلیم پر اور 5.6% صحت پر خرچ کیا جاتا ہے۔۔۔ منگولیا جیسے ملکوں کا عالم یہ ہے، وہ ہم سے بہتر۔۔۔ کاغستان ہم سے بہتر۔۔۔ حتیٰ کہ کینیا، تعلیم پر جی ڈی پی کا 7 فیصد اور 12 فیصد ہیلتھ پر خرچ کرتا ہے۔۔۔ گھانا (افریقہ) میںGDP کا 5.4% تعلیم پر اور 10.6% صحت پر خرچ کیا جاتا ہے۔

ہمارے ان لیڈروں کو شرم آنی چاہیے کہ 3rd world countries ہم سے چار چار گنا زیادہ تعلیم و صحت پر خرچ کر رہے ہیں۔ یہ حکمران پاکستان میں کس جمہوریت کی بات کرتے ہیں؟ جمہوریت تعلیم کا نام ہے۔۔۔ جمہوریت، صحت کا نام ہے۔۔۔ جمہوریت شفافیت کا نام ہے۔۔۔ جمہوریت قانون کی حکمرانی کا نام ہے۔۔۔ جمہوریت سوشل ڈویلپمنٹ کا نام ہے۔۔۔ جمہوریت اکنامک گروتھ کا نام ہے۔۔۔ جمہوریت سوشل اینڈ لیگل جسٹس کا نام ہے۔ جن چیزوں کو جمہوریت کہتے ہیں یہاں ان کا وجود نہیں ہے۔ انہوں نے لوٹ مار اور بدمعاشی کا نام جمہوریت رکھ لیا ہے۔

اکنامک گروتھ، زبوں حالی کا شکار

معاشی ترقی کے بغیر آئندہ آنے والے وقتوں میں ملک زندہ نہیں رہ سکیں گے، بقا ممکن نہیں ہو گی۔ پاکستان کی اکنامک گروتھ کا دیگر ملکوں سے موازنہ کیا جائے تو ان لیڈروں کے سر شرم سے جھک جانے چاہئیں۔ 2010ء تا 2012ء اکنامک گروتھ کے حوالے سے پاکستان کی ایکسپورٹ گروتھ 2.9%اور امپورٹ گروتھ 1.7% سالانہ ہے۔ یہ ہماری معاشی ترقی کا حال ہے۔ جبکہ بنگلہ دیش کی ایکسپورٹ گروتھ 4.2% یعنی ہم سے دو گنا زیادہ

اور امپورٹ گروتھ 5.4% یعنی ہم سے چار گنا زیادہ ہے۔ یہ سن کر اپنے حال پر ہمیں رونا آئے گا کہ افغانستان میں ایکسپورٹ گروتھ 6.9% ہے یعنی ہم سے تین گنا زیادہ اور امپورٹ گروتھ 3.7% یعنی ہم سے تین گنا گنا زیادہ۔ ان لیڈروں نے پاکستان کو معاشی طور پر اس مقام پر پہنچا دیا ہے۔ کیا اس کو جمہوریت کا نام دے دیا جائے؟

ہم کیسا پاکستان چاہتے ہیں؟

ہم پاکستان کو آزاد، خودمختار ملک دیکھنا چاہتے ہیں۔ میں وہ پاکستان دیکھنا چاہتا ہوں جو بڑی سے بڑی طاقت کو NO کہہ سکے اور کہے: No, this is against my National supriem intrest

یہ میرے قومی مفاد کے خلاف ہے، یہ کام میں نہیں کرسکتا۔ جو ملک کسی کو ''نہیں'' کہہ سکتا، وہ ملک زندہ نہیں رہتا۔ اور ''نہیں'' کہنے کے لیے خودمختار (Sovereignt) پاکستان چاہئے۔ میں پاکستان کی خود مختاری کی حفاظت چاہتا ہوں۔ خودمختار ملک ہونے کے لیے ایسی لیڈرشپ چاہئے کہ جس کی ٹانگیں کانپتی نہ ہوں۔۔۔ ایسی لیڈرشپ چاہیے جس کے بینک اکاؤنٹ بیرون ملکوں میں نہ ہوں۔۔۔ ایسی لیڈرشپ چاہئے جن کے پاس جرأت، ویژن، دیانت، حوصلہ اور صلاحیت ہو۔ یہ صلاحیتیں مل کر ملک کو بحرانوں سے نکال سکتی ہیں۔

یہ نظامِ انتخاب اور یہ سیاسی وحکومتی نظام اس ملک کو بچا نہیں سکے گا، اس ملک کو ترقی نہیں دے سکتا۔ میں اس پورے نظام کی تبدیلی چاہتا ہوں۔ میں اس پورے فرسودہ نظام کو اللہ کی مدد کے ساتھ اور اس قوم کی مدد کے ساتھ سمندر میں غرق کرنا چاہتا ہوں۔ میں اس ملک میں حقیقی جمہوریت چاہتا ہوں۔ ہم پرامن، جمہوری اور Progressive تبدیلی چاہتے ہیں۔

موجودہ حکمرانوں کا سارا حرص یہ ہے کہ سارا اقتدار، طاقت اور سرمایہ ان کے ہاتھ میں رہے۔ وہ عوام کو نہ اقتدار منتقل کرنا چاہتے ہیں، نہ طاقت دینا چاہتے ہیں۔ یہ عوام کو نہ سرمایہ دینا چاہتے ہیں اور نہ ترقی دینا چاہتے ہیں۔ یہ ہر شے اپنے ہاتھ میں رکھتے ہیں۔ اس ملک اور عوام کو انہوں نے بٹیر کی طرح ہاتھ کی گرفت میں لے رکھا ہے۔

اختیارات کی نچلی سطح پر منتقلی

میرے ویژن میں پاکستان کا موجودہ ڈھانچہ تبدیل کرنا ہے۔ میں پاکستان کو 35 صوبے دینا چاہتا ہوں۔۔۔ ہر ڈویژن کو صوبہ بنانا چاہتا ہوں۔۔۔ جب تک decentrlization نہیں ہوگی، عوامی مسائل حل نہ ہوں گے۔ ارتکاز کو ختم کرنا ہوگا۔ قرآن کے فرمان کَیۡ لَا یَکُوۡنَ دُوۡلَۃًۢ بَیۡنَ الۡاَغۡنِیَآءِ مِنۡکُمۡ کے ذریعے جیسے اغنیا کے اندر ارتکازِ دولت کو توڑنے کا حکم ہے اسی طرح لیڈروں کے ہاتھ سے ارتکازِ اقتدار کو توڑنا اور نیچے تقسیم کرنا ہی مسائل کا حل ہے۔

ہمارے ملک کے سیاسی لیڈروں نے قوم کو اندھیرے میں رکھا ہوا ہے۔ دیگر ممالک میں اختیارات کی نچلی سطح پر تقسیم کی درجنوں مثالیں مل جاتی ہیں۔

ترکی کی آبادی 7 کروڑ 60 لاکھ ہے اور اس کے 81 صوبے ہیں۔ ہماری آبادی 18 کروڑ ہے، یعنی ترکی سے اڑھائی گنا زیادہ لیکن ہمارے چار صوبے ہیں۔ کیوں؟ تاکہ اتنے بڑے صوبے کا سرمایہ اور وسائل ان کی دسترس میں رہیں۔

ایران 6 کروڑ 60 لاکھ آبادی اور 30 صوبے۔۔۔ جاپان، تقریباً ساڑھے بارہ کروڑ آبادی اور 47 صوبے۔۔۔ الجیریا ساڑھے تین کروڑ آبادی اور 48 صوبے۔۔۔ کینیا چار کروڑ دس لاکھ آبادی اور 26 صوبے۔۔۔ فرانس ساڑھے چھ کروڑ کے قریب آبادی اور 26 صوبے۔۔۔ اٹلی، پانچ کروڑ اسی لاکھ آبادی اور 20

صوبے۔۔۔ رشیا (Rusia) 14 کروڑ آبادی اور 83 صوبے۔۔۔ سوچنے کا مقام یہ ہے کہ ہم اٹھارہ کروڑ آبادی رکھ کر چار صوبے کیوں لے کر بیٹھے ہیں؟ ہمارے حکمران صوبے اس لیے زیادہ نہیں بنانے دیتے کہ بجٹ تقسیم ہوگا۔ بجٹ جب نچلی سطح پر تقسیم ہوگا تو اس سے کرپٹ لیڈروں کی بڑی بڑی اکڑی ہوئی گردنیں کمزور پڑ جائیں گی۔

حکمرانوں سن لو! غریب کے خون پر پلنے والو میں تمہیں کمزور کرنا چاہتا ہوں۔۔۔ جن کے چہروں پر غریبوں کا خون چوس چوس کر لالی آئی ہے، میں وہ لالی چھین کر غریبوں کو واپس دینا چاہتا ہوں۔۔۔ جنہوں نے غریبوں کے محلے اجاڑ کر اپنے محلات بنا لیے ہیں، وہ محلات واپس غریبوں کو دینا چاہتا ہوں۔۔۔ ہم غریبوں کو عدل و انصاف دینا چاہتے ہیں۔۔۔ ہم تاجدارِ کائنات ﷺ کا نظام اور خلافت راشدہ کے نظام کا وہ عدل قوم/عوام کو دینا چاہتے ہیں جس میں عام شہری بھی اٹھ کر پوچھ لے کہ اے عمرؓ آپ نے یہ جبہ کیسے بنایا۔۔۔؟ ہم غریب کی آواز میں طاقت دینا چاہتے ہیں۔۔۔ یہ سب کچھ ان لیڈروں اور ان جماعتوں سے نہیں ہوگا بلکہ ان کے ذریعے ہوگا جو اپنے لیے کچھ نہ بنائیں، سب کچھ عوام کے لیے بنائیں۔

☆ برطانیہ جیسے ملک میں سیکرٹریز اینڈ سٹیٹ منسٹرز ساری کیبنٹ ملا کر 30 ممبر ہوتے ہیں۔۔۔ ساڑھے 14 کھرب ڈالر کی معیشت کا حامل امریکہ جیسا ملک صرف 15 وزیر ہوتے ہیں جبکہ پاکستان جہاں کھانے کو نہیں ملتا، ملک قرضوں پر چلتا ہے، اس کے 95 وزیر ہیں۔ لعنت ہے ایسے نظام پر۔ کیا ہمارا ملک 15 وزیروں سے نہیں چل سکتا؟ یہ حرام خوری کے دروازے کیوں کھول رکھے ہیں؟

ان حقائق سے پردہ اٹھانے، علی الاعلان حق بات کہنے اور ان حکمرانوں کو چیلنج کرنے کی وجہ سے ہی سیاست کی دنیا ہمارے خلاف ہوگئی کہ انہیں میری بات وارا نہیں کھاتی تھی۔ میرے ایجنڈے سے ان کے وارے نیارے نہیں ہوتے۔ اس لئے یہ سب ہمارے خلاف یک زبان ہیں۔ لیکن کب تک یہ راستہ روکیں گے، ان شاء اللہ وہ وقت آئے گا جب غریب اٹھ کر اپنا حق ان سے چھین لیں گے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مدد سے کامیابی و کامرانی ہمارا نصیب ٹھہرے گی۔

پیغام

جدوجہد طویل ہوتی ہے، آقا علیہ السلام نے 13 برس مکہ کی جدوجہد کی اور 400 سے کم لوگوں نے کلمہ پڑھا اور وہ وقت بھی آیا کہ وہاں کے لیڈروں، قریش کے سرداروں، کرپٹ، وڈیرے، جاگیرداروں نے تلواروں سے گھیر لیا۔ ان حالات میں آقا علیہ السلام نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی۔

قرآن کو پڑھ لیجئے کہ جب بھی کسی پیغمبر نے آواز بلند کی تو اس کی آواز پر سب سے پہلے لبیک غریبوں اور مظلوموں نے کہا۔ اس سوسائٹی کے سارے جاگیردار، وڈیرے جنہیں قرآن جابجا **قال الملاء الذین کفروا**، کہتا ہے سب مخالف ہوگئے۔ وہ برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ غریب کے حقوق ہمارے برابر ہو جائیں۔ ہر پیغمبر کی آوازِ حق کے مقابلے میں وڈیرے اکٹھے ہوئے۔ اب بھی وہی نظام ہے، غریب کے خلاف یہ اکٹھے ہوں گے اور ہیں مگر یہ ہمیشہ نہیں رہ سکتے۔ آقا علیہ السلام کے طفیل اللہ کی مدد و نصرت کے ساتھ منزل ان شاء اللہ ہمیں نصیب ہوگی۔ جدوجہد کو جاری رکھیں۔ جو لوگ اللہ کے بھروسے پر جدوجہد جاری رکھتے ہیں کامیابی انہی کے قدم چومتی ہے۔ اس میں جانی و مالی اور وقت کی قربانی بھی ہے۔ لیکن عزم مصمم رکھنا ہے، ارادہ پختہ رکھنا ہے، استقامت رکھنی ہے، اللہ پر توکل رکھنا ہے۔ نہ ڈرنا ہے اور نہ جھکنا ہے۔ ان شاء اللہ وقت آئے گا کہ منزل خود بڑھ کر ہمارے قدم چومے گی۔

❁❁❁❁❁

الفقہ

مسائل حج و قربانی

مفتی عبدالقیوم خاں ہزاروی

سوال: اگر والدین مقروض ہوں اور بیٹا صاحبِ استطاعت ہو تو بیٹے کے حج کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کوئی شخص اپنے ذاتی مال و دولت سے استطاعت رکھتا ہے تو اس پر حج فرض ہے اور فرض حج میں والدین کی اجازت ضروری نہیں، بلکہ والدین کو ممانعت کا اختیار نہیں۔ اس پر لازم ہے کہ حج کرے، اگرچہ والدین منع کریں اور والدین کا مقروض ہونا اس شخص پر فرضیت حج میں خلل انداز نہیں۔ ہاں اگر وہ شخص خود مقروض ہے تو مقروض ہونے کی صورت میں پہلے قرض ادا کرنا لازم ہے، اس کے بعد حج کیا جائے گا۔

سوال: گھریلو ضروریات اور حج میں سے کس کو ترجیح دی جائے؟

جواب: بندہ سب سے پہلے ضروریات زندگی کو پورا کرے۔ اپنے ذمہ عائد فرائض و ذمہ داریاں ادا کرے مثلاً اگر غیر شادی شدہ بہن بھائی/ اولاد ہے اور وہ شادی کے قابل ہیں پہلے تو ان کی شادی کی جائے تاکہ وہ گناہ کی طرف نہ چلے جائیں۔ رہائش کے لئے مکان نہیں ہے، اسے حاصل کرلیا جائے۔ المختصر اگر ضروریات زندگی کے علاوہ آپ کے پاس اتنے پیسے ہیں کہ آپ حج کر سکتے ہیں تو کرلیں۔

سوال: دورانِ طواف وضو ٹوٹ جانے پر کیا حکم ہے؟

جواب: دوران طواف وضو ٹوٹ جانے یا نماز کا وقت ہو جانے کی صورت میں طواف وہیں چھوڑ کر وضو یا نماز پڑھنے چلے جائیں اور واپس آ کر اگر چار چکر یا اس سے زیادہ کئے تو اس صورت میں اسی طواف پر بنا کی جائے گی۔ یعنی جتنے چکر رہ گئے ہوں انہیں پورا کرلیں تو طواف پورا ہو جائے گا۔ پہلے چکر سے شروع کرنے کی ضرورت نہیں لیکن اگر طواف چار چکر سے کم کیا تو اس صورت میں طواف شروع سے کرنا ہوگا۔

سوال: اگر کوئی طواف کے سات سے زائد چکر لگائے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کسی نے طواف کرتے وقت سات چکر لگانے کے بعد آٹھواں چکر جان بوجھ کر قصداً شروع کر دیا تو یہ ایک نیا طواف شروع ہوگیا۔ اسے اب سات چکر مکمل کر کے ختم کرے۔ لیکن اگر محض وہم کی بناء پر آٹھواں چکر شروع کیا کہ شاید ابھی چھ ہی ہوئے ہیں تو اسے سات چکر کر کے ختم کر دے۔ اگر بعد میں خیال آئے کہ سات ہو چکے ہیں تو اسی پر ختم کر دے۔ اگلے سات چکر یعنی نیا طواف کرنے کی ضرورت نہیں۔

سوال: کیا حالتِ احرام میں عقدِ نکاح جائز ہے؟

جواب: حالتِ احرام میں نکاح جائز ہے۔ بخاری شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُم المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے حالتِ احرام میں عقدِ نکاح

کیا تھا درآنحالیکہ آپ محرم (احرام باندھے ہوئے) تھے۔

(ابو داؤد، السنن، کتاب المناسک، باب المحرم متزوّج، ۳:۱۱۱، رقم: ۱۸۴۴)

سوال: حائضہ عورت دورانِ حج کون سے امور ادا کرسکتی ہے؟

جواب: حائضہ دوران حج منیٰ، عرفات، مزدلفہ میں قیام، ذکر، وقوف، رمی، جمار اور قربانی کرسکتی ہے۔ علاوہ ازیں مسجد کے بیرونی صحن میں بیٹھ کر ذکر اذکار اور دعائیں مانگی جاسکتی ہیں لیکن طواف نہیں کرسکتی۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے حالتِ حیض و نفاس والی عورت کے بارے میں فرمایا کہ ’’وہ طواف کے سوا (حج کے) تمام ارکان ادا کرے۔‘‘

(ابن ماجہ، السنن، کتاب المناسک، باب الحائض تقضی المناسک الا الطّواف، ۳:۴۴۷۔۴۴۸، رقم: ۲۹۶۳)

عورت حالتِ حیض و نفاس میں احرام بھی باندھ سکتی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نفاس اور حیض والی عورتیں غسل کرکے احرام باندھیں اور تمام مناسک حج ادا کریں سوائے طوافِ کعبہ کے، جب تک کہ پاک نہ ہوجائیں۔

(ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الحج، باب ما جاء تقضی الحائض من المناسک، ۳:۲۸۲، رقم: ۹۴۶)

سوال: کیا جوتے اور لکڑی سے رَمی کرنا جائز ہے؟

جواب: لکڑی یا جوتے سے رمی کرنا جائز نہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عقبہ کی صبح حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: چھوٹی چھوٹی کنکریاں چن لاؤ، میں چھوٹی چھوٹی سات کنکریاں چن لایا۔ آپ ﷺ نے انہیں اپنے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا: ہاں ایسی ہی کنکریاں مارو۔ پھر فرمایا: اے لوگو! تم دین میں زیادتی سے بچو کیونکہ تم سے پہلی اُمتیں دین میں زیادتی کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوئیں۔

(ابن ماجہ، السنن، کتاب المناسک، باب قدر حصی الرمی، ۳:۴۸۰، رقم: ۳۰۲۹)

اس لئے رمی کرنے والے کو چاہئے کہ وہ راہِ اعتدال اختیار کرتے ہوئے چھوٹی کنکریاں مارے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے لوبیا کے دانہ کے برابر چھوٹی کنکریاں ماریں اور لوگوں سے فرمایا کہ لوبیا کے دانہ کے برابر کنکریاں حاصل کروتا کہ جمرہ کو رمی کی جاسکے۔ لہٰذا لکڑی، جوتے یا بڑے کنکر مارنے سے گریز کرے کیونکہ ایسا کرنے سے نقصان بھی ہوسکتا ہے۔ لکڑی، جوتا یا بڑا کنکر کسی شخص کو بھی لگ سکتا ہے اور شدید نقصان کا موجب بن سکتا ہے۔ اسی لئے حضور نبی اکرم ﷺ نے ہر معاملہ میں اعتدال اور میانہ روی کا حکم دیا ہے۔

سوال: کنکریاں جمرات کو نہ لگنے کی صورت میں کیا حکم ہے؟

جواب: اصل جمرہ، ستون، دیوار اس کی جڑ والی زمین ہے۔ اس لئے اگر کوئی کنکری جمرہ کی جگہ بنی ہوئی دیوار یا ستون سے تو نہ ٹکرائے مگر اس کے گرد بنے ہوئے احاطہ میں گر جائے تو رمی درست ہے، لیکن اگر کنکری اس ستون یا دیوار سے ٹکرا کر اس احاطہ سے باہر گر جائے تو وہ کنکری ضائع چلی گئی۔ اس کی جگہ دوسری کنکری مارے۔

سوال: کیا کسی دوسرے کی طرف سے رمی کی جاسکتی ہے؟

جواب: منیٰ میں واقع تین جمرات (یعنی شیاطین) پر کنکریاں مارنے کو رَمی کہتے ہیں۔ ان میں سے پہلے کا نام جمرۃ الاخریٰ یا جمرۃ العقبہ (بڑا شیطان) ہے۔ دوسرے کو جمرۃ الوسطیٰ (منجھلا شیطان) اور تیسرے کو جمرۃ الاولیٰ (چھوٹا شیطان) کہتے ہیں۔

ہر حاجی کے لئے اپنے ہاتھ سے رمی کرنا واجب ہے۔ البتہ ضعیف، کمزور یا بیمار یعنی ایسے لوگ جو کھڑے ہوکر نماز نہ پڑھ سکتے ہوں یا سواری میسر نہ ہو اور جمرات تک پیدل نہ جاسکتے ہوں یا جا تو سکتے ہوں مگر مرض کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہو تو ایسے معذور حجاج اپنی جگہ کسی کو نائب مقرر کرسکتے ہیں۔ نائب کو چاہئے کہ پہلے وہ اپنی طرف سے رمی کرے یعنی سات کنکریاں مارے پھر دوسرے معذور حاجی کی طرف سے سات کنکریاں مارے۔

سوال: قربانی کے وجوب کے لیے کتنا مال ہونا شرط ہے؟

جواب: قربانی اسلام کا عظیم شعار اور مالی عبادت ہے جو ہر اس عاقل، بالغ، مقیم، مسلمان پر واجب ہے جو عید الضحیٰ کے ایام (10، 11، 12 ذوالحجہ) میں نصاب کا مالک ہو یا اس کی ملکیت میں ضرورتِ اصلیہ سے زائد اتنا سامان ہو جس کی مالیت نصاب کے برابر ہے۔ نصابِ شرعی سے مراد کسی شخص کا ساڑھے باون تولے (612.36 گرام) چاندی یا ساڑھے سات تولے (87.48 گرام) سونے یا اس کی رائج الوقت بازاری قیمت کے برابر مال کا مالک ہونا ہے۔ قربانی کے وجوب کے لیے محض مالکِ نصاب ہونا کافی ہے، زکوٰۃ کی طرح نصاب پر پورا سال گزرنا شرط نہیں ہے۔

لہٰذا اگر قربانی کے ایام میں کسی کے پاس مطلوبہ رقم موجود ہو تو اس پر قربانی کرنا واجب ہے۔ یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ مرد صاحب نصاب ہے تو زکوٰۃ، قربانی اور صدقہ فطر مرد پر واجب ہوگا اور عورت صاحب نصاب ہوگی تو وہ الگ زکوٰۃ، قربانی اور صدقہ فطر ادا کرے گی۔

سوال: کیا قربانی کا گوشت شادی کے موقع پر استعمال کرنا درست ہے؟

جواب: قربانی کے گوشت کے لیے جذبہ تو یہ ہونا چاہیے کہ زیادہ سے زیادہ غریبوں میں تقسیم کرے۔ لیکن اگر شادی بیاہ کے لیے ضرورت ہو تو سارے کا سارا استعمال بھی کیا جا سکتا ہے۔

سوال: کیا قربانی کا گوشت محرم الحرام سے پہلے ختم کرنا ضروری ہے؟

جواب: جب تک خراب نہ ہو آپ قربانی کا گوشت رکھ سکتے ہیں، شرعی طور پر کوئی پابندی نہیں ہے کہ محرم الحرام سے پہلے ختم کیا جائے۔ ہاں ایثار کا یہ تقاضا ہے کہ اس کو زیادہ سے زیادہ غریبوں تک پہنچایا جائے تاکہ جن کو سارا سال کچھ نہیں ملتا، ان تک بھی پہنچ جائے۔ لہذا شرعاً کوئی حکم نہیں ہے کہ محرم الحرام سے پہلے ختم کیا جائے۔

افضل عمل تو یہ ہے کہ قربانی کرنے والا گوشت کے تین حصے بنا کر ایک حصہ صدقہ کر دے یعنی غریبوں کو دے دے، ایک حصہ دوستوں، رشتہ داروں میں تقسیم کر دے اور ایک حصہ اپنے پاس رکھ لے۔ اگر خود زیادہ ضرورت ہو تو زیادہ بھی رکھ سکتا ہے اور ضرورت کم ہو تو زیادہ صدقہ بھی کر سکتا ہے۔ بلکہ ہونا بھی یہی چاہیے کہ جتنا ہو سکے غریب غرباء کو گوشت دیا جائے۔ چونکہ کہ امیر لوگ تو سارا سال بھی کھاتے رہتے ہیں، لیکن غریب غرباء جو سارا سال ترستے رہتے ہیں، وہ بھی عید کے ایام میں پیٹ بھر کر کھائیں گے تو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہو گی۔

سوال: کیا حاملہ مادہ جانور کو ذبح کرنا جائز ہے؟

جواب: بہتر ہے کہ حاملہ یا دودھ دینے والی مادہ کو ذبح نہ کیا جائے کیونکہ دودھ دینے اور بچہ حاصل کرنے میں زیادہ فائدہ ہے۔ تاہم اگر کوئی ایسا جانور ذبح کیا جائے تو اس کا گوشت کھانے میں شرعاً کوئی ممانعت نہیں۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی حدیثِ مبارکہ ہے کہ:

سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ عَنِ الْجَنِينِ فَقَالَ كُلُوهُ إِنْ شِئْتُمْ وَقَالَ مُسَدَّدٌ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ نَنْحَرُ النَّاقَةَ وَنَذْبَحُ الْبَقَرَةَ وَالشَّاةَ فَنَجِدُ فِي بَطْنِهَا الْجَنِينَ أَنُلْقِيهِ أَمْ نَأْكُلُهُ قَالَ كُلُوهُ إِنْ شِئْتُمْ فَإِنَّ ذَكَاتَهُ ذَكَاةُ أُمِّهِ.

’’میں نے رسول اللہ ﷺ سے جنین (ذبیحہ کے پیٹ سے نکلنے والے بچے) کے متعلق دریافت کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر چاہو تو اسے کھا لو۔ مسدد نے کہا: ہم عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ، ہم اونٹنی کو نحر اور گائے، بکری کو ذبح کریں، پھر ہمیں اس کے پیٹ سے بچہ ملے تو کیا اسے پھینک دیں یا کھا لیں؟ فرمایا: اگر تم چاہو تو اسے کھا لو کیونکہ اس کی ماں کا ذبح ہونا ہی اس کا ذبح ہونا ہے۔‘‘

(ابی داود، السنن، ۳: ۱۰۳، رقم ۲۸۲۷)

❁❁❁❁❁

حج: فرضیت و اہمیت

ڈاکٹر نعیم انور نعمانی☆

انسان نے اس کائنات میں اپنی زندگی کا آغاز وحدت کے عقیدے کے ساتھ کیا۔ انسان نے اللہ کی توحید کا اعتراف اور اقرار کیا، عبادت میں اللہ کی وحدت کا قائل ہوا اور اسے ہی مستحق عبادت جانا۔ وقت گزرنے کے ساتھ عبادت میں وحدت کا تصور شرک آلود ہوگیا۔ انبیاء علیہم السلام اپنی بعثت کے ذریعے توحید کو شرک کی آلائشوں سے پاک کرتے رہے اور توحید خالص کی دعوت اپنی اپنی قوم کو دیتے رہے۔

خانہ کعبہ کیلئے اول بیت کا اعزاز

عبادت، توحید کے اظہار کا مظہر تھی، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کا مرکز زمین پر بیت اللہ کو ٹھہرایا اور اس زمین پر اپنی عبادت کا مرکز اولین ہونے کا شرف بھی اسے عطا کیا۔ اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن نے کہا:

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ. (آل عمران، ۳:۹۶)

”بے شک سب سے پہلا گھر جو لوگوں (کی عبادت) کے لیے بنایا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے برکت والا ہے اور سارے جہان والوں کے لیے (مرکزِ) ہدایت ہے“۔

اللہ رب العزت کی عبادت کے لئے زمین میں جو پہلی مسجد بنائی گئی اور زمین کے جس مقام کو اللہ نے اپنی عبادت کے لئے سب سے پہلے مختص کیا اسے آج ہم مسجد حرام اور خانہ کعبہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ دنیا بھر میں مسلمان ہر نماز میں اپنا رخ اس طرف کرتے ہیں۔ گویا ساری دنیا کے مسلمانوں کا قبلہ ”بیت اللہ/ خانہ کعبہ“ ہے۔

بیت اللہ اور اسکے گردونواح میں موجود اللہ کی نشانیاں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فِيْهِ اٰيٰتٌ بَيِّنٰتٌ. (آل عمران، ۳:۹۷)

”اس میں (اللہ کی معرفت کی) کھلی نشانیاں ہیں“۔

بیت اللہ اور اس کے گرد و نواح میں متعدد شعائر اللہ موجود ہیں جن میں سے چند کا تذکرہ ذیل میں درج کیا جارہا ہے:

۱۔ ان ہی کھلی نشانیوں میں ایک سب سے بڑی نشانی خانہ کعبہ اور مسجد حرام ہے۔ مسجد حرام میں آنا بیت اللہ شریف کی زیارت کرنا گویا اللہ کی نشانیوں میں سے ایک عظیم نشانی کو دیکھنا ہے۔ یہ نشانی ایمان کو جلا دینے کا باعث اور ایمان میں اضافے، تقویت اور برکت کا سبب ہے۔

۲۔ ان نشانیوں میں سے ایک حجر اسود ہے۔ جو کالے رنگ کا پتھر ہے۔ یہ پتھر جب جنت سے اتارا گیا تھا تب یہ کالا نہ تھا بلکہ حجر ابیض تھا، بالکل سفید اور چمکدار پتھر تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ دودھ سے بھی زیادہ سفید تھا مگر بنی آدم کے گناہوں کو چوس چوس کر یہ سیاہ ہوگیا ہے۔ (جامع ترمذی)

☆ dr.noumani@hotmail.com

۳۔ اس بیت اللہ شریف میں اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی مقام ملتزم بھی ہے جو حجر اسود اور بیت اللہ کے درمیان والی جگہ کو کہتے ہیں۔

مقام ابراہیم اور آبِ زمزم

۴۔ ان روشن نشانیوں میں سے ایک نشانی مقام ابراہیم ہے۔ یہ خانہ کعبہ کے سامنے قبہ میں رکھا ہوا ایک پتھر ہے، جس پر کھڑے ہوکر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کو تعمیر کیا تھا۔ اور اس پتھر پر آپؑ کے قدموں کے نشانات موجود ہیں۔ اس پتھر پر کھڑے ہوکر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی نسل میں نبی آخرالزماں ﷺ کے مبعوث ہونے کی دعا کی تھی۔ اس مقام ابراہیم کو بھی اللہ رب العزت نے اپنی آیات بینات میں شمار کیا ہے۔

۵۔ آبِ زم اسی مقام ابراہیم سے جنوب کی طرف وہ آب زمزم کا چشمہ ہے جس سے صدیوں سے مسلمان سیراب ہورہے ہیں۔ لاکھوں حجاج ہر سال خود بھی اس کا پانی پیتے ہیں اور اپنے عزیز و اقارب اور دوست و احباب کے لئے، اپنے اپنے ملکوں میں لے کر بھی جاتے ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایڑیوں کی رگڑ سے جاری ہونے والا یہ چشمہ اللہ کی نشانی کے طور آج بھی جاری و ساری ہے۔ انسانیت اس پانی سے اللہ کی برکتیں اور رحمتیں پارہی ہے اور اپنے امراض اور بیماریوں سے شفا حاصل کررہی ہے۔

۶۔ صفا و مروہ

بیت اللہ کے اردگرد اور بھی نظارے ہیں، جن کو حجاج دیکھتے ہیں اور ان کی زیارت سے اپنے ایمان کی تازگی اور حلاوت کا سامان کرتے ہیں۔ ان ہی میں سے ایک صفا اور مروہ بھی ہیں جن کے بارے میں قرآن کہتا ہے:

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللهِ. (البقرہ، ۲:۱۵۸)

’’بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں‘‘۔

اس آیت کریمہ میں باری تعالیٰ نے صفا اور مروہ کو شعائر اللہ کا اعزاز دیا ہے۔ اگر حقیقت امر میں دیکھا جائے تو ان دو پہاڑیوں پر حضرت ہاجرہ علیہا السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شدت پیاس کی بنا پر پانی کی تلاش میں دوڑی تھیں۔ اس آیت کریمہ سے یہ حقیقت مترشح ہوتی ہے اللہ کے محبوب اور مقرب بندوں سے منسوب چیزیں بھی آیات الٰہیہ اور شعائر اللہ ٹھہرتیں ہیں۔

ان شعائر اللہ کی تعظیم و تکریم بجا لانے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ.

’’اور جو شخص اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے (یعنی ان جانداروں، یادگاروں، مقامات، احکام اور مناسک وغیرہ کی تعظیم جو اللہ یا اللہ والوں کے ساتھ کسی اچھی نسبت یا تعلق کی وجہ سے جانے پہچانے جاتے ہیں) تو یہ (تعظیم) دلوں کے تقویٰ میں سے ہے (یہ تعظیم وہی لوگ بجا لاتے ہیں جن کے دلوں کو تقویٰ نصیب ہوگیا ہو)‘‘۔ (الحج، ۲۲:۳۲)

وہ مقامات مقدسہ جن کی ہم آج حج اور عمرہ کی صورت میں زیارت کرتے ہیں اور ان کو دیکھ کر اپنے ایمان و ایقان کو جلا بخشتے ہیں، ان مقامات کو قرآنی اصطلاح میں شعائر اللہ کہا جارہا ہے اور جو شخص ان شعائر اللہ کی تعظیم و تکریم کو بجالاتا ہے اور ان کی زیارت کے ظاہری اور باطنی آداب ادا کرتا ہے تو اس کا یہ عمل قرآن کی رو سے تقویٰ قلب کی وجہ سے ہے۔ اللہ نے اس کے دل کو نیکیوں کے لئے چن لیا ہے اور اس کے وجود کو خیرات اور اعمال صالحہ ادا کرنے والا بنادیا ہے۔

عرفات مزدلفہ اور منیٰ

۷۔ فیہ آیت بینات میں سے میدان عرفات بھی ہے جو منیٰ سے 11 کلومیٹر دور واقع ہے۔ یہ بھی مناسک حج اور مکہ مکرمہ کے مقامات مقدسہ میں سے ایک بڑا مقام ہے۔ یہاں پر حج کا خطبہ دیا جاتا ہے اور حج کا رکن اعظم

وقوف عرفات ادا کیا جاتا ہے۔

۸۔ ان ہی روشن نشانیوں میں سے ایک مزدلفہ بھی ہے جو کہ میدان عرفات سے تین سے چار کلومیٹر دور ایک کشادہ میدان ہے۔ جہاں حجاج عرفات سے واپسی پر رات گزارتے اور اللہ کی بارگاہ میں گریہ و زاری و مناجات کرتے ہیں۔

۹۔ ان ہی روشن نشانیوں میں سے ایک منٰی بھی ہے جو کہ پہاڑوں کے درمیان واقع ایک وسیع اور کشادہ میدان ہے۔ حجاج مزدلفہ سے آنے کے بعد یہاں پر رمی جمار کرتے ہیں اور اللہ کی رضا کی خاطر جانوروں کی قربانی دیتے ہیں۔

طوافِ کعبہ اور عبادت کا حکم

بیت اللہ کو اول بیت کے اعزاز کے ساتھ ساتھ یہ شرف بھی حاصل ہے کہ اسے لوگوں کے لئے ایک مرکز عبادت بنایا گیا۔ قرآن نے اس بیت اللہ کو ایک اور نام بھی دیا ہے اور وہ بیت العتیق ہے۔ ارشاد فرمایا:

وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ. (الحج، ۲۲: ۲۹)

''اور (اللہ کے) قدیم گھر (خانہ کعبہ) کا طوافِ (زیارت) کریں''۔

اس آیہ کریمہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے بیت اول اور بیت عتیق کے طواف کرنے کا حکم دے رہا ہے اور اس گھر میں اپنی عبادت بجا لانے کی طرف ہمیں متوجہ کر رہا ہے۔ اس بیت العتیق کی تاریخ کے بارے کچھ یوں فرمایا گیا:

''زمین کو پیدا کرتے وقت باری تعالیٰ نے سب سے پہلے زمین کا جو ٹکڑا پیدا کیا وہ بیت اللہ شریف، خانہ کعبہ کی زمین ہی تھی۔ (مصنف عبدالرزاق، ۵:۹۰) (اخبار مکہ للازرقی، ۱:۳۲)

مختلف زمانوں میں اس گھر کی تعمیر ہوتی رہی۔ ذیل میں اس گھر کی تعمیر کی سعادت حاصل کرنے والوں کے نام/ زمانے/ ادوار درج کئے جا رہے ہیں:

۱۔ حضرت آدم علیہ السلام ۲۔ حضرت شیث علیہ السلام
۳۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ۴۔ قبیلہ بنو جرہم
۵۔ عمالقہ ۶۔ قصی بن کلاب ۷۔ قریش
۸۔ سیدنا حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ۹۔ حجاج بن یوسف
۱۰۔ سلطان مراد خان (آخری تعمیر، جواب تک باقی ہے۔)

التاریخ القویم میں طاہر کردی لکھتے ہیں:

هی العمارة الاخیره الی یومنا هذا.

''یہی عمارت سلطان مراد خان کی تعمیر کردہ ہمارے اس زمانے تک چلی آرہی ہے''۔ (التاریخ القویم، ۳:۲۰۳)

(سیرۃ الرسول، ڈاکٹر طاہر القادری، ج۲، ص۶۲)

حج: صدائے ابراہیمی کی پکارِ مسلسل

بیت اللہ کی تعمیر کا فریضہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے ادا کیا گیا تو اس کے سارے احوال کو قرآن نے بیان کیا ہے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اس خانہ کعبہ کو تعمیر کر چکے تو ان کو ایک حکم ہوا۔ قرآن اُسے یوں بیان کرتا ہے:

وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ. (الحج، ۲۲: ۲۷)

''اور تم لوگوں میں حج کا بلند آواز سے اعلان کرو وہ تمہارے پاس پیدل اور تمام دبلے اونٹوں پر (سوار) حاضر ہو جائیں گے جو دور دراز کے راستوں سے آتے ہیں''۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس اعلان کی بازگشت عالم ارواح تک سنائی دی۔ جن سعادت مند اور نیک روحوں نے اس آواز پر لبیک اللھم لبیک کی صدائیں بلند کیں، دنیا میں وہی لوگ اس گھر کے سفر پر روانہ ہوتے ہیں۔ روحوں کا وہ اقرار دنیا میں سفرِ حج کی صورت میں انسانی جسموں میں ڈھل جاتا ہے اور آج لاکھوں مسلمان اس صدائے ابراہیمی پر لبیک کہتے ہوئے حاضر ہوتے ہیں۔

بیت اللہ شریف مرکز عبادت ہے

حجاج کرام اور عمرہ زائرین باری تعالیٰ کی بارگاہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کی قبولیت کی وجہ سے حاضر ہوتے ہیں، جس میں وہ اللہ کی بارگاہ عرض گذار ہوئے تھے کہ مولا! تیرے اس گھر کو تیرے حکم پر تعمیر کر دیا ہے۔ اب اس گھر کو لوگوں کا مرکز عبادت بنا، مرکز اجتماع بنا۔ ساری دنیا سے اہل ایمان کو یہاں اکٹھے ہونے کی توفیق عطا فرما اور اسے مثابة للناس کا اعزاز عطا فرما۔ اس دعا کی قبولیت کے کلمات کو قرآن یوں بیان کرتا ہے:

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا.

''اور (یاد کرو) جب ہم نے اس گھر (خانہ کعبہ) کو لوگوں کے لیے رجوع (اور اجتماع) کا مرکز اور جائے امان بنا دیا''۔ (البقرہ،۲:۱۲۵)

بیت اللہ کو یہ اعزاز باری تعالیٰ نے عطا کیا کہ یہ اہل ایمان کے لئے رجوع اور اجتماع کا مرکز ہے اور جائے امن و امان اور سراسر سلامتی و خیر ہے۔ دنیا بھر سے لوگ یہاں آتے ہیں، اپنے رب کے گھر کی زیارت کرتے ہیں اور یہاں اکٹھے ہوکر اور اس گھر کی طرف رجوع کرکے اپنے ایمان کی تازگی کا سماں کرتے ہیں۔ یہ گھر ساری دنیا سے آنے والوں کو امان اور امن کا پیغام دیتا ہے۔ اس بیت اللہ کا پیغام ساری دنیا کے لئے امن و امان، اجتماعی خیر وفلاح اور ساری دنیا کے لئے سلامتی و خوشحالی ہے۔

بیت اللہ کی زیارت کے مقاصد

بیت اللہ شریف کی زیارت خالی از مقصد نہیں ہے۔ ان مقاصد کو قرآن نے اس آیہ کریمہ کے ذریعے بیان کیا ہے:

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ. (آل عمران،۳:۹۶)

''بے شک سب سے پہلا گھر جو لوگوں (کی عبادت) کے لیے بنایا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے برکت والا ہے اور سارے جہان والوں کے لیے (مرکزِ) ہدایت ہے''۔

اس آیت کریمہ کے ذریعے بیت اللہ کی زیارت کے دو مقاصد بیان ہوئے ہیں:

۱۔ پہلا مقصد: عبادت و زیارت

۲۔ دوسرا مقصد: ہدایت و راہنمائی

پہلے مقصد کو مبرکًا کے الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے اور دوسرے مقصد کو وھدیً للعلمین کے ذریعے واضح کیا ہے۔ قرآن نے دونوں مقاصد کی تکمیل کو حج ٹھہرایا ہے۔

ہمارا حج زیادہ تر پہلے مقصد کے گرد گھومتا ہے۔ ہم حج میں عبادات اور زیارات کا بہت اہتمام کرتے ہیں۔ یقیناً ہمیں جی بھر کر عبادات اور زیارات کرنی چاہئیں اور یہ عمل صائب بھی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ دوسرے مقصد کو بھی اجتماعی اور انفرادی سطح پر نہیں چھوڑ سکتے۔ ہمیں اپنے اس سفر حج کو دوسرے مقصد کے تحت اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لئے ھدی للعلمین کا آئینہ دار بھی بنانا ہے۔

حج ''ھُدًی للعلمین'' کا ذریعہ

اگر ہم حج کے اس دوسرے مقصد ''ھُدًی للعلمین'' کو پانا چاہتے ہیں تو اس کے لئے ہمیں اپنے پیش نظر رسول اللہ ﷺ کے خطبہ حجۃ الوداع کو رکھنا ہوگا۔ میدان عرفات کا خطبہ حج ایسا ہو کہ جس میں خطبہ حجۃ الوداع کی ہر سال روشنی دکھائی دے۔ جس میں عصری تقاضوں کے مطابق اسلام کی تعلیمات کو ساری دنیا میں پہنچایا جائے۔ اس خطبہ کے ذریعے امت مسلمہ کو افکار تازہ دیئے جائیں۔ اس خطبہ کے سبب ایک مسلمان کی وہ پہچان ہو جو قرآن و سنت میں موجود ہے۔ میدان عرفات کا ہر سال کا خطبہ حج کل انسانیت اور بالخصوص امت مسلمہ کے

لئے کامل ہدایت اور راہنمائی کا باعث ہو۔

آج کا خطبہ حج خطبہ حجۃ الوداع سے اکتساب فیض کرتے ہوئے عصر حاضر میں عالم انسانیت کو درپیش مسائل کا حل دے۔۔۔ تمام انسانوں میں محبت ومودت کے رویوں کو جنم دے۔۔۔ دنیا بھر سے کمزوروں کے استحصال کے خاتمہ کا پیغام دے۔۔۔ زیردستوں کو عدل و انصاف بلا امتیاز فراہم کرنے کی ضمانت دے۔۔۔ مقہور اور مجبور انسانوں کا سہارا اور کفیل بننے کا جذبہ دے۔۔۔ عالم انسانیت سے استحصال اور ظلم کی ہر صورت کو ختم کرنے کی سوچ دے۔۔۔ انسانی قدروں کو ہر سو فروغ دینے کی فکر دے۔۔۔ انسانوں کی خیر خواہی اور بھلائی کی تڑپ دے۔۔۔ ظالموں کے مقابلے میں مظلوموں کا ساتھ دینے کی ہمت دے۔۔۔ گرے پڑے لوگوں کو زندگی کی ایک نئی رمق دے۔

ہر سال میدان عرفات سے خطبہ حج کا ہر ہر لفظ اور حاجیوں کا ہر ہر عمل خطبہ حجۃ الوداع کی روشنی دے تو تب ہی ہم اپنے اس سفر حج کے **ھدی للعلمین** کے مقصد کو پایہ تکمیل تک پہنچاسکتے ہیں اور تب ہی ہمارا حج ادائے کامل کا اعزاز پاسکتا ہے۔ اس لئے کہ اسلام میں عبادت کا کوئی بھی عمل بطور رسم نہیں ہے۔ ہر عبادت اپنے اندر ایک جدت، ندرت اور انشاء کا تصور رکھتی ہے۔ عبادت اپنی وضع میں ہیئت مستقلہ رکھتی ہے مگر اپنی ادائیگی میں جدا جدا کیفیات رکھتی ہے۔ یہی عمل عبادت کو ہدایت کا روپ دے دیتا ہے۔

حج اور امت کی اقتصادی طاقت

عبادت اور تجارت دو مختلف چیزیں ہیں مگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حج جیسی عبادت کی ادائیگی کی وجہ سے تجارت کی کلیتاً ممانعت نہیں کی۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ

کانت عکاظ ومجنة و ذوالمجاز اسواقا فی الجاهلية فتاثموا ان يتجروا فی المواسم فنزلت "ليس عليكم جناح ان تبتغوا فضلا من ربكم" فی مواسم الحج. (رواه البخاری)

"عکاظ، مجنہ اور ذوالمجاز جاہلیت کے زمانے میں تجارتی منڈیاں تھیں۔ جب اسلام آیا تو لوگوں نے ان بازاروں میں موسم حج میں تجارت کرنے کو گناہ سمجھا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ "موسم حج میں اگر تم اپنے رب کا فضل (رزق حلال) تلاش کرو تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے"۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے مسلمانوں کو حج کے موسم میں تجارت اور کاروبار سے بھی منع نہیں فرمایا۔ اگر کسی عبادت میں دنیا داری کا عمل دخل ہوسکتا ہے تو وہ سب سے زیادہ کاروبار تجارت ہے لیکن اسلام میں حج کے دوران بھی کاروباری اور تجارتی سرگرمیوں کی اجازت دے دی۔ اس لئے کہ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو زندگی کی حقیقتوں کے قریب کرتے ہوئے ایسی زندگی بسر کرنے کا درس دیا ہے جو دوسروں کے لئے ایک مثال ہو اور عالم انسانیت کے حق میں خیر خواہی اور سلامتی دین سے عبارت ہو۔

اس لئے ہمیں اپنے سفر حج کو تمام تر حوالوں سے **ھدی للعلمین** کا مصداق بنانا ہے۔۔۔ اسلام کی تعلیمات کا دفاع کرنا ہے۔۔۔ اسلام پر ہونے والے نظریاتی اور فکری حملوں کا تدارک کرنا ہے۔۔۔ اسلام کی اصل صورت کو لوگوں کے سامنے پیش کرنا ہے۔۔۔ اسلام کی طرف منسوب باطل اور فاسد تصورات کا خاتمہ کرنا ہے۔۔۔ امت مسلمہ کی یکجہتی اور اتحاد کے حوالے سے سوچ کو فروغ دینا ہے۔۔۔ فرقہ واریت، انتہا پسندی اور دہشت گردی کا خاتمہ کرنا ہے۔۔۔ اور ایک مسلمان کے وجود کو ساری دنیا کے لئے باعثِ رحمت بنانا ہے۔ یہی سوچ ہی ہمارے حج کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف حج مبرور بنائے گی۔

باری تعالیٰ ہمیں حج کے مقاصد کو سمجھنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

❁❁❁❁❁

عید الاضحیٰ اور اُس کے تقاضے

ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری☆

دنیا کے مختلف مذاہب میں قربانی کا تصور مختلف انداز میں جلوہ گر ہے مگر اسلام نے اپنے پیروکاروں کو تسلیم و رضا، ایثار اور قربانی کا وہ راستہ دکھایا ہے جو ایمانی، روحانی، معاشی، معاشرتی سماجی اور اُخروی حوالے سے نفع آفرین ہے۔ عید الاضحیٰ آتی ہے تو دنیا بھر میں اہل اسلام حضرت ابراہیم علیہ السلام، ان کے نور نظر حضرت اسماعیل علیہ السلام اور سیدہ ہاجرہ سلام اللہ علیہا کے عظیم جذبہ ایثار وقربانی کی یاد مناتے ہیں۔ اس گھرانے کے ہر فرد نے عملی طور پر ایثار کے پیکر میں ڈھل کر حکم ربانی کے سامنے سر جھکایا۔ اپنے انسانی جذبات کو اللہ کے حکم کی تعمیل میں رکاوٹ نہیں بننے دیا اور قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے لیے ایک مینارۂ نور قائم کیا جو ہر سال مسلمانوں کو جھنجوڑ کر یہ کہتا ہے:

''دیکھو کہیں فانی دنیا کی فانی راحتوں میں گم نہ ہوجانا بلکہ اپنے ربّ کی رضا پر سب کچھ لٹا دینا، اسی صورت دونوں جہاں کی رحمتوں کو حاصل کرلو گے۔ فانی دنیا کی فانی راحتوں پر آخرت کی ہمیشہ باقی رہنے والی نعمتوں کو ترجیح دینا اس کے نتیجے میں اپنے احساسات اور جذبات کو ربّ کے حکم کے تابع کر دینا، اس کے نتیجے میں تمہیں فلاح ونجات کی ضمانت مل جائے گی۔''

یہ بات شعوری طور پر سمجھنے اور سمجھانے کی ہے کہ قربانی کا مقصد فقط ایک رسم ادا کرنا نہیں ہے بلکہ یہ تو ایک سہ روزہ تربیتی ورک شاپ ہے جو ہمیں ہر سال تسلیم و رضا، ایثار اور قربانی کے ان جذبات سے آشنا کرواتی ہے جو ایمان کی معراج ہیں۔ آدابِ فرزندی سے سرشار عظیم باپ کے عظیم بیٹے نے اپنی گردن کسی تردد کے بغیر اللہ تعالی کے حکم کی تنفیذ کے لیے پیش کر دی۔۔۔ ایک ماں نے برسوں کی دعاؤں، التجاؤں اور مناجاتوں کے بعد حاصل ہونے والے اپنے نورِ نظر کو بلند حوصلے کے ساتھ اللہ تعالی کی بارگاہ میں پیش کر دیا۔۔۔ ایک عظیم باپ نے کسی تردد کے بغیر پدری جذبات کو اللہ تعالی کے حکم پر قربان کرتے ہوئے تسلیم و رضا کی بلند ترین حدوں کو چھو لیا اور عملی طور پر اپنے ربّ کے حکم کی تعمیل کی کوشش فرمائی۔ اللہ تعالی نے اپنے خلیل کو اپنے خاص لطف وکرم سے نوازنے کے لئے جس امتحان میں ڈالا تھا اس میں حضرت خلیل علیہ السلام اور ان کا گھرانہ سرخرو ہوگیا۔

قربانی کا دائرہ کار

عید الاضحیٰ فقط تین دن جانوروں کی قربانی تک محدود نہیں بلکہ اس کا ایک وسیع دائرہ کار ہے۔ ہمارے جان ومال، ہماری اولادیں، ہمارا وقت تو فقط ہمارے پاس

☆ سربراہ شعبہ عربی شریعہ کالج منہاج یونیورسٹی لاہور sadidi66@yahoo.com

امانت ہیں۔ ہر سال عید الاضحیٰ ہمیں یہ پیغام دیتی ہے کہ ہمیں اپنا وقت اللہ کی مخلوق میں خوشیوں اور محبتیں بانٹنے پر بھی صرف کرنا چاہیے۔ آج ہمارا بہت سا قیمتی وقت سوشل میڈیا کی نظر ہو جاتا ہے مگر ہم اپنے دائیں بائیں حسرت و یاس کی بکھری تصویروں کو دیکھنے اور انہیں ایک مسکراہٹ دینے کی زحمت گوارا نہیں کرتے۔ کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جنہیں ہم صرف سلام بھی کرلیں تو راحت و اطمینان کا احساس اُن کے انگ انگ میں سرایت کر جاتا ہے۔ سڑک کے کنارے کھڑے عمر رسیدہ خاتون یا کسی بزرگ کو سڑک عبور کرانے میں کتنا وقت لگتا ہے؟ مگر ہم وقت کا ایثار کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ اَدْخَلَ عَلٰی اَهْلِ بَيْتٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ سُرُوْرًا لَمْ يَرْضَ اللّٰهُ لَهٗ ثَوَابًا دُوْنَ الْجَنَّةِ.

(الطبرانی فی المعجم الاوسط، ۷/۲۸۹، الرقم ۷۵۱۹)

’’جو شخص (رضائے الٰہی کے حصول کے لئے) کسی مسلمان گھرانے کو خوش کرتا ہے (یعنی ان کے حقوق کے لئے کوشش کرتا ہے، مصائب و آلام سے گزرتا ہے اور انتہائی جدوجہد کرتا رہتا ہے)، اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت سے کم کوئی اجر پسند نہیں فرماتا‘‘۔

ستم کی بات تو یہ ہے کہ ہم میں سے کتنے ہی لوگ ہیں جو سوشل میڈیا کے ذریعے ہزاروں میل دور بیٹھے اپنے دوستوں سے تو گھنٹوں خوش کلامی کرتے ہیں مگر اپنا کچھ وقت اپنے اُن ماں باپ کو پیش کرنے کا شعور نہیں رکھتے جنہوں نے اپنی راحتیں اور اپنا سب کچھ اولاد پر قربان کیا، اولاد کو انگلی پکڑ کر چلنا سکھایا اور اولاد کے ناز اُٹھائے۔ انٹرنیٹ نے ایک طرف فاصلے تو سمیٹے ہیں جبکہ دوسری طرف زمین و آسمان کے فاصلے ڈال دیئے ہیں۔

کسی بھی نیکی کو حقیر مت سمجھیں!

لہٰذا اپنے وقت کا کچھ حصہ ایثار کیجئے بزرگوں کے لئے، افسردہ دلوں کے لئے، ماں باپ کی شفقت اور سائے سے محروم بچوں کے لئے نیز معاشرے کے ٹھکرائے ہوئے لوگوں کے لئے پھر دیکھنا آپ کے دل کے آنگن میں حقیقی خوشیوں کے کتنے گلاب کھلتے ہیں۔ راحت و طمانیت کی کیسی مہک آپ کو اپنے حصار میں لیتی ہے۔

رحمت دو عالم ﷺ نے فرمایا:

لا تحقرن من المعروف شيئا ولو أن تلق اخاك بوجه طلق.

’’نیکی کے کسی کام کو معمولی نہ سمجھنا اگرچہ وہ کام یہ ہو کہ تم اپنے (دینی وحقیقی) بھائی سے مسکرا کر ملو‘‘۔

اللہ کی رضا کے لئے کسی کو ایک مسکراہٹ دینے پر کتنا وقت صرف ہوتا ہے؟ مگر ظاہری طور پر معمولی نظر آنے والا یہ عمل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول اعمال میں سے ہے۔ چھوٹے چھوٹے کاموں سے لوگوں کو پہنچایا جانے والا آرام رب کی بارگاہ میں کس قدر مقبول ہے؟ اس کا اندازہ ہمیں رحمت دو عالم ﷺ کے اس فرمان سے ہوتا ہے:

اماطة الاذى عن الطريق صدقة.

’’راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا بھی نیکی ہے‘‘۔

یعنی راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا بظاہر معمولی کام ہے۔ اس پر تھوڑا سے وقت صرف ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ عمل معمولی نہیں ہے۔

انسانی جذبات اور احساسات کی قربانی کے نتیجے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی نہیں ان کا پورا گھرانا ہی اللہ کی بارگاہ میں سرخرو ہو گیا۔ قیامت تک حج کی سعادت پانے والے دنیا بھر کے مسلمان منیٰ میں قربانی پیش کرتے ہوئے اس قربانی کی یاد مناتے رہیں گے۔ اہل اسلام قیامت تک ایک عظیم خانوادے کی عظیم قربانی

کی یاد مناتے رہیں گے۔ اسی طرح دنیا بھر کے مسلمان اپنے اپنے علاقوں میں اس عظیم قربانی کی یاد تازہ کر کے اپنے ایمان کو جلا بخشتے رہیں گے۔

تجدیدِ عہد

قربانی دراصل اس تجدید عہد کا نام ہے جس کی طرف قرآن مجید نے یوں ارشاد فرمایا کہ ایک بندہ مومن اللہ رب العزت کی بارگاہ میں یوں ملتمس ہوتا ہے:

اِنَّ صَلَاتِیۡ وَنُسُكِیۡ وَمَحۡیَایَ وَمَمَاتِیۡ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ. (الانعام: ۱۶۲)

''بے شک میری نماز اور میرا حج اور قربانی (سمیت سب بندگی) اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے''۔

عید الاضحیٰ دلوں میں ایثار اور تسلیم ورضا کے چراغ جلاتی رہے گی۔ جس ربّ نے ہمیں قربانی کا حکم دیا ہے وہ جانوروں کی نسل کی بقاء کا علم بھی رکھتا ہے اور اپنے بندوں کی فلاح و بہبود کو بھی خوب جانتا ہے۔ کسی کلمہ گو کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ قربانی کے حوالے سے اپنے محدود اور تاریک ذہن کے خیالات کو خدمتِ خلق کے تناظر میں زیادہ نفع آفرین گمان کرے۔

ہمیں یہ زیب نہیں دیتا کہ ہم یاد تو اس عظیم قربانی کی منائیں مگر عملی طور ایثار کے راستے پر نہ چلیں۔ ہمارا یہ طرزعمل نہیں ہونا چاہئے کہ گوشت تقسیم کرتے وقت ایثار کے جذبے کو نہ صرف فراموش کر دیں بلکہ اس کی دھجیاں اُڑا دیں۔ آج بھی عید کے ایام میں کتنے ہی چولہوں پر چڑھنے والی ہنڈیا میں گوشت نہیں ہوتا۔۔۔ کتنے ہی ماں باپ اپنے بچوں کو عید کے ایام میں بھی گوشت نہ کھلا سکنے پر اپنی آنکھوں سے چھلکنے والے آنسو کو روک نہیں پاتے ہیں۔۔۔ کتنے ہی بچے حسرت و یاس کی تصویر بنے ہوتے ہیں۔۔۔ کتنے ہی گھرانوں میں بھوک کے ڈیرے ہوتے ہیں جبکہ ہم عید مناتے ہوئے اپنے سفید پوش عزیزوں اور اپنے اردگرد کے افلاس زدہ لوگوں کو فراموش کئے ہوتے ہیں۔ افسوس! ہم قربانی کے گوشت کو اللہ تعالیٰ کی رضا کا ذریعہ بنانے کی بجائے سماجی رابطوں کا ذریعہ بنائے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھول جاتے ہیں:

لَنۡ یَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوۡمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنۡ یَّنَالُهُ التَّقۡوٰی مِنۡكُمۡ. (الحج: ۳۷)

''ہرگز نہ (تو) اللہ کو ان (قربانیوں) کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون مگر اسے تمہاری طرف سے تقویٰ پہنچتا ہے''۔

آقا ﷺ کا طرزعمل یہ تھا کہ آپ قربانی کرتے ہوئے اپنی امت کے غرباء اور مساکین کو نظرانداز نہ فرماتے بلکہ اپنی قربانی میں ان کو بھی شریک کرتے۔ آپ ﷺ قربانی کے وقت اس دعا کے ذریعے غربائے امت کو بھی یاد رکھتے ہوئے ارشاد فرماتے:

اَللّٰهُمَّ هٰذَا عَنِّیۡ وَعَمَّنۡ لَّمۡ یُضَحِّ مِنۡ اُمَّتِیۡ. (مشکوۃ ص۱۲۸)

''الٰہی یہ میری طرف سے اور میرے ان امتیوں کی طرف سے قبول فرما جو قربانی نہیں کر سکے''۔

ہم رسول کریم ﷺ کی تعلیمات سے کیوں نظریں چرا لیتے ہیں؟ ایک مرتبہ رحمت دوعالم ﷺ کے کاشانہ مبارکہ میں گوشت کا ہدیہ پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے ام المومنین سیدہ عائشہؓ کو گوشت تقسیم کرنے کا حکم فرمایا۔ آپ واپس تشریف لائے تو آپ نے (ہم جیسے لوگوں کی تربیت کے لئے) ام المؤمنین سے استفسار فرمایا:

''کیا گوشت تمام تقسیم کر دیا؟'' ام المؤمنین نے بتایا کہ باقی سب تقسیم کر دیا آپ کے لئے دستی کا کچھ گوشت بچایا ہے۔ تب کریم آقا ﷺ نے فرمایا:

''جو بانٹ دیا ہے درحقیقت وہی بچایا ہے''۔

قربانی کیا تقاضا کرتی ہے؟

فقط جانور ذبح کرنے کے بجائے قربانی کو وسیع تناظر میں دیکھتے ہوئے ہمیں قربانی کا درس سارا سال پیش نظر رکھنا چاہئے تا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرسکیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اعلیٰ منصب عطا فرمایا ہے تو وہ اپنا منصب اقرباء پروری اور ناجائز منفعت حاصل کرنے پر صرف نہ کریں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق راحت کو پہچاننے میں صرف کریں۔ نیز خلق خدا کی راحت کو اپنی خواہشات پر ترجیح دیں۔ اپنی زبان یا قلم سے کسی ضرورت مند کو نفع دے سکتے ہیں تو اس ضرورت مند کی حسرتوں کا خون نہ نچوڑیں بلکہ اپنے اختیارات اور منصب کے ذریعے اس کے تن بدن میں خوشیاں دوڑا دیں۔

کسی کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت سے نوازا ہے تو اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال میں سے کچھ اللہ کی مخلوق کو دے کر اپنے مال اور گھرانے میں برکتیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کریں۔ اگر کوئی اپنے سفید پوش رشتہ دار کی مدد کرے گا تو وہ اللہ کے حبیب ﷺ کے ارشاد کے مطابق دوگنا اجر پائے گا، ایک اجر صلہ رحمی کا اور دوسرا اجر اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا۔

عید الاضحی میں ہمیں صلہ رحمی کا پہلو مدنظر رکھنا چاہئے۔ دیگر ایام میں بھی صدقہ اور صلہ رحمی کے لیے کوشاں رہنا چاہیے۔ رحمت دوعالم ﷺ نے بہت سے مواقع پر وضاحت سے فرمایا:

''صدقہ کرنے سے کبھی بھی مال میں کمی نہ ہوگی۔''

یعنی اجر بھی ملے گا اور مال میں بھی برکت ہوگی۔ اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو علم کی نعمت سے نوازا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ ان کے متلاشیوں میں علم کا یہ نور بانٹ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔۔۔ طالب علم حضرات اپنے دوستوں کے ساتھ علم کے معاملے میں اس خوف سے بخل نہ کریں کہ ان میں سے کوئی آگے بڑھ جائے گا۔۔۔ اساتذہ اکرام اپنا علم بلا امتیاز طلبہ کے قلوب و اذہان میں منتقل کرنے کے لیے اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر دیں۔۔۔ زیادہ سے زیادہ علم کے چراغ روشن کر کے اللہ تعالیٰ کا شکر بھی ادا کریں اور اللہ کریم کے مزید انعامات بھی اپنے دامن میں سمیٹیں۔

حضرت (عبداللہ) بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اَحَبَّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰهِ بَعْدَ الْفَرَائِضِ اِدخَالُ السُّرُوْرِ عَلَی الْمُسْلِمِ.

(الطبرانی فی المعجم الاوسط، ۸/۴۵، الرقم ۷۹۱۱)

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک فرائض کے بعد سب سے افضل کام (اس کی رضا کے لئے) کسی مسلمان کو خوش کرنا ہے (یعنی اس کی مصیبتیں دور کرنا اور اسے آرام وسکون پہنچانا)''۔

عید الاضحی اور انسانی خواہشات کی قربانی کے حوالے سے ذہن میں رکھنے والی سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہم قربانی کے جانور کا گلا تو کاٹ دیتے ہیں مگر ہم اپنی خواہشات کے گلے پر چھری پھیرنا تو دور کی بات ہے چھری رکھنا بھی گوارا نہیں کرتے۔ عید الاضحیٰ آکر چلی جاتی ہے مگر ہمارے قلوب واذہان قربانی کے جذبوں سے خالی کے خالی ہوتے ہیں۔ ہم قربانی کے عمدہ جانور خریدتے ہیں تو فرط خوشی میں یا تو غیر شعوری طور پر یا تو دکھاوے کی دلدل میں الجھ جاتے ہیں یا ان ناداروں کی دل آزاری کا سبب بن جاتے ہیں جو نہ تو قربانی کے لئے نہ کوئی سستا سا جانور خرید سکتے ہیں اور نہ ہی کوئی صاحب ثروت انسان انہیں قربانی کے گوشت میں سے کوئی اچھا حصہ دیتا ہے۔

آیئے عہد کریں کہ اس عید الاضحیٰ کے بعد ہم اگلی عید کے آنے تک عید الاضحیٰ کا درس یاد رکھیں گے اور ہم سے جس حد تک ممکن ہوگا ہم اپنے آرام، اپنے مال، اپنے وقت اور اپنے منصب کو اللہ کی مخلوق کے لئے قربان کریں گے۔ ایثار کے راستے پر چلنے کی بھرپور کوشش کریں گے۔ یاد رکھیں جو چیز ہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں بطور ایثار قربان کر دیں گے وہ دنیا اور آخرت میں ہمارے لیے راحت کا سامان ہوگی۔

❁❁❁❁❁

اسلامی تہذیب اور حصولِ علمِ نافع

ڈاکٹر حسین محی الدین قادری

ایک زمانہ میں مسلم تہذیب عروج پر تھی، اُس کا نام ایک اعلیٰ مقام کا حامل مانا جاتا اور اُس کے تذکرے کیے جاتے تھے۔ مغرب سے بھی لوگ آ کر مسلم تہذیب اور مسلمانوں کی اُس وقت رواج پذیر زبان عربی، اُن کی سائنسز، ٹیکنالوجیز، علوم اور دیگر فنون سے استفادہ کیا کرتے تھے۔ بعد ازاں بد قسمتی سے مسلمانوں کو وہ عروج حاصل نہ رہا۔ اس تہذیب کو حاصل عروج کے اسباب میں اہم ترین سبب وہاں ایسے تعلیمی اداروں (Institutions) کی موجودگی تھی جن میں درج ذیل تین امور پائے جاتے تھے:

۱۔ علوم دنیوی، ماڈرن سائنسز، ٹیکنالوجی کی تعلیم
۲۔ ماڈرن سائنسز کے ساتھ ساتھ علوم اسلامیہ میں مہارت
۳۔ کردار کی پاکیزگی و پختگی

اِن تین چیزوں کو جمع کرکے مسلمانوں نے وہ عظیم سائنسدان، سکالرز، فلاسفرز، اساتذہ اور شخصیات پیدا کیں جن کی مثالیں آج ہم اپنی کتب میں تو پڑھتے ہیں مگر جیتی جاگتی دنیا میں اُن جیسا کوئی نظر نہیں آتا۔ ایسے تعلیمی اداروں کے قیام کی جب روایت متروک ہوگئی تو اس تہذہب سے نہ صرف وہ تمام glory (عظمت) اور عروج بھی جاتا رہا بلکہ Western Civilizatoin (مغربی تہذیب) اس عظمت اور عروج کی دعویدار بن کر سامنے آ گئی۔ مغربی ممالک نے اُن چیزوں کو تھام لیا، اُنہوں نے اِس کی بنیاد پر اپنی تہذیب کو نہ صرف متعارف کروایا بلکہ اس کا نام بھی منوایا۔ دوسری طرف اسلامی تہذیب اور علوم و فنون کے وارثان مسلمان تاریکی کے اندھیروں میں ڈوبتے چلے گئے۔

کیا اسلامی تہذیب کی کوئی بنیاد نہیں ہے؟

جب ہم muslim civilization (اسلامی تہذیب) اور اس کی ترقی کی بات کرتے ہیں تو اسلامی تہذیب کے صرف پہلے 36 سالوں کے بارے میں بات کرتے ہوئے ہمیں کوئی مسئلہ یا پریشانی نہیں ہوتی لیکن اس زمانہ کے بعد ہمیں وہ چیز نظر نہیں آتی کہ جس کا حوالہ دیا جا سکے۔ یا جس کو مغربی تہذیب westerm civiliazation اور ان کی ترقی کے سامنے لا کر کھڑا کیا جا سکے۔ جبکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ اسلامی تہذیب کا دور عروج و کمال صرف ابتدائی 36 سالوں تک محدود نہیں بلکہ ایک ہزار سال پر محیط ہے۔ کس طرح؟ آیئے اس کا جائزہ لیتے ہیں نیز اس امر کا بھی مطالعہ کرتے ہیں کہ ہماری تہذیب کا یہ کمال و عروج ہم ہی سے اوجھل کیوں ہے؟

کم و بیش دو سو سال پہلے مغرب (West) نے اپنی تہذیب (Civilization) کا لوہا منوایا۔ وہ اپنی ٹیکنالوجیز، سائنسز، اپنی developments لوگوں کے سامنے لائے۔ مسلمانوں بالخصوص نئی نسل New Generation نے اپنی تاریخ، پس منظر اور اپنی اصل

سے ناواقفیت کی وجہ سے سوچا کہ شاید مسلمانوں کی کوئی بنیاد ہی نہیں ہے۔ یا یہ کہ جسے مسلم تہذیب کہا جاتا ہے وہ بے بنیاد ہے۔ لہذا اُنہوں نے مغربی تہذیب کی تقلید کرنا شروع کردی، اُن کی سائنسز کے مداح ہو گئے، اُن کو پڑھنا شروع کردیا اور اُن کے انداز اور طریقہ کار (methodology) کی پیروی کرنا شروع کر دی۔

یہ سوچ کہ ''اسلامی تہذیب کی کوئی بنیاد نہیں'' اور مغربی تہذیب کی پے در پے کامیابیوں کی وجہ سے ہم نے اپنا رابطہ اپنی اصل اور حقیقت (origin) سے ختم کر لیا۔ آج اگر کوئی مسلمان طالب علم یونیورسٹی میں تاریخ پڑھتا ہے تو اُس کو اپنی چودہ سو سال پہلے کی تاریخ کی خبر ہی نہیں ہے۔ اُس کو اگر پوچھا جائے گا کہ مغرب کی تخلیقات، ترقی، ایجادات، دریافت innovations، developments، advancements کیا ہیں؟ تو وہ اس بارے خوب بات کرتا ہے لیکن اگر اُس سے پوچھیں کہ بوعلی سینا نے کیا دیا۔۔۔؟ ابن خلدون کون تھا۔۔۔؟ دیگر مسلم فلاسفرز کی کیا خدمات تھیں۔۔۔؟ فارابی نے کیا بات کی۔۔۔؟ وہ یہ تو ضرور کہہ دے گا کہ وہ ایک عظیم انسان تھے، مسلمانوں کی تاریخ کی ایک عظیم شخصیت تھے، مگر اسلامی تہذیب اور علوم وفنون کے ارتقاء میں انہوں نے کیا کردار ادا کیا؟ مغرب نے muslim civilization کے اُن عظیم لوگوں سے کیا کیا حاصل کر کے ترقی کے میدان میں دنیا میں اپنا نام منوایا؟ اس کے بارے میں کسی کو خبر نہیں۔

ہم اپنی تاریخ سے بے خبر ہیں!

اس کی وجہ یہ ہے کہ نہ ہم یہ پڑھتے پڑھاتے ہیں اور نہ اُس کے بارے میں کچھ خبر ہے۔ ہم نے اپنا تعلق علوم وفنون سے تو کاٹا ہی تھا مگر اپنی تاریخ سے بھی ختم کر لیا ہے۔ اِس لیے ہم کئی بار شرمندہ ہوتے ہیں۔ ہمارے پاس علم کی کمی ہے، اس لیے ہم ابتدائی 36 سال سے آگے چلنے سے ڈرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ muslim civilization جس نے کم و بیش ایک ہزار سال پوری دنیا پر حکومت کی وہ نہ صرف خلافت راشدہ کا دور حکمرانی تھا بلکہ اس کے بعد بھی بہت کچھ ہوا۔ ان مسلمانوں نے جو کچھ اکنامکس، ریاض، فلکیات الغرض سائنس کے ہر میدان میں جو کچھ کیا آج کی ماڈرن سائنسز اُنہی بنیادوں کے اوپر کھڑی ہے۔ مسلمانوں کی ہزار سالہ تاریخ نے آج مغرب کو وہ بنیادیں فراہم کی ہیں جس پر آج مغرب فخر کرتا ہے۔

مگر ہماری کمزوری یہ رہی ہے کہ ہم نے اپنی origin سے ناطہ توڑ لیا ہے۔ اُس سے اپنی وابستگی کو استوار نہیں رکھا اور آج ہم شرماتے، منہ چھپاتے اور مغربی (Western) خیالات وتفکرات کے اندر اپنی اصل (origin) ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔ اگر آج پھر سے ہم طریقے کار، ٹیکنالوجی، سائنسز، تحقیق کا رخ اپنی origin کی طرف موڑ لیں، اپنے انداز کے ساتھ اُن کو چلائیں، اپنے انداز کے ساتھ چلیں تو اس میں کوئی وجہ نہیں ہے کہ مسلمان پھر ایک بار وہی عروج، عظمت حاصل نہ کرسکیں جو ان کا حق ہے۔

آج ہم اکنامکس کی بات کریں تو معیشت دان (economists) برملا یہ کہتے ہیں کہ دنیا میں کل دو نظام (models) ہیں:

ا۔ سرمایہ دارانہ نظام capitalism

۲۔ سوشلزم socialism

یہی دو معاشی نظام کچھ ممالک کے اندر نافذ رہے ہیں۔ وہ اسلامی معیشت کو نظام ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ ہم اُس نظام کے اتنے کمزور ایڈوکیٹ ہیں کہ اُس کو آج تک ماڈل منوا ہی نہیں سکے حالانکہ اسلامی معاشی نظام میں کوئی کمی نہیں ہے۔ ماہرین معیشت جب کہتے ہیں کہ یہ دو ماڈل قابل عمل ہیں تو ہماری زبان وہاں چُپ ہو جاتی ہے اور ہمیں کوئی مثال نہیں ملتی۔

جس سے ہم اسلامی معاشی نظام کے قابلِ عمل ہونے کو ثابت کرسکیں۔ سوال یہ ہے کہ بقول ماہرین معیشت اگر سرمایہ دارانہ نظام یا سوشل ازم یہی دو قابل عمل ماڈلز ہیں تو یہ دونوں نظام تو اڑھائی، تین سو سال پہلے وجود میں آئے، اس سے پہلے تو ان کی بنیاد نہیں ملتی جبکہ مسلمانوں نے ایک ہزار سال پوری دنیا پر حکومت کی ہے۔ وہ معیشت اور ٹیکنالوجی میں عروج پر تھے، پوری دنیا کا معاشی نظام چلا رہے تھے، اس وقت وہاں کون سا معاشی ماڈل تھا؟ سن لیں! ایک ہزار سال تک وہاں اسلامی معاشی نظام نافذ تھا۔

افسوس آج اس نظام کے اثبات پر دلائل دینے کے لیے ہماری زبانیں گُنگ ہو جاتی ہیں۔ ہماری زبانوں پر تالے لگ جاتے ہیں، ہم سے بات نہیں ہوتی، کوئی western فلاسفر، کوئی سکالر ہمارے سامنے آ کر بیٹھ جائے تو ہم گھبرا جاتے ہیں، ہمارے پسینے چھوٹنے لگتے ہیں اور ہمیں کوئی جواب نہیں سوجھتا۔ ہمیں اپنی تہذیب پر فخر ہونا چاہیے۔ مگر افسوس کہ ہم تاریخی حقائق کا مطالعہ نہ ہونے کے باعث آج کے دور میں اسلامی معاشی نظام کے قابل عمل ہونے کا ہی انکار کردیتے ہیں۔

ہم مسلمان ملک کے طور پر سعودی عرب کی مثال دیتے ہیں کہ وہاں پر تو اسلامک ماڈل سسٹم نافذ نہیں ہے۔ یا ہم کہتے ہیں کہ آج ہمیں کوئی ایسا ملک نظر نہیں آتا جہاں یہ سسٹم نافذ ہو۔ حقیقت یہ ہے west نے جتنے معاشی نظام دیئے ہیں، خواہ وہ capitalism ہو یا socialism ہو اُن کی تاریخ دو، تین سو سال سے زیادہ نہیں ہے جبکہ اسلامی نظام معیشت نے ایک ہزار سال سے زیادہ عرصہ تک پوری دنیا میں اپنا لوہا منوایا۔

تہذیب کی کامیابی کا پیمانہ

آج اسلامی تہذیب کو کمزور مانا جاتا ہے۔ یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس تہذیب کے اندر دَم خَم نہیں ہے۔ یاد رکھیں کہ کسی بھی تہذیب کی کامیابی کو جانچنے کیلئے اس کی عمر اور اُس کا دوام دیکھا جاتا ہے کہ کتنا عرصہ وہ بغیر کسی کمزوری کے عروج اور عظمت کے ساتھ کسی جگہ پر نافذ العمل رہی ہے۔

western civilization، مغربی تفکرات، مغربی خیالات، مغربی فکر کو متعارف ہوئے مشکل سے دو، تین سو سال ہوئے ہیں اور اب اُس civilization سے بُو آنے لگ گئی ہے۔ آج خود مغرب پریشان ہے اور اپنے تفکرات، اپنی فکر، اپنے افکار، اپنی فلاسفی کو بدلنے کے درپے ہے۔ 2004ء میں اُن کے پاپ جان پال سیکنڈ نے امریکہ (نیویارک) میں ایک تقریر کی جس میں وہ برملا یہ کہتے رہے کہ ''ہمیں شرم آتی ہے کہ ہم کس ڈگر پر چل پڑے ہیں۔ ہر برائی آج ہماری civilization میں ہے۔ روحانیت کا سفر چھوڑ کر مادیت کی طرف آ گئے ہیں۔ کوئی اخلاقی اقدار باقی نہیں رہ گئے۔ طلاق کی شرح دیکھی جائے تو دنیا میں کہیں اور نہیں ملتی جتنی مغربی ممالک کے اندر پائی جاتی ہے۔ بچوں کے استحصال کا معاملہ دیکھا جائے تو west میں زیادہ پایا جاتا ہے۔ civilization کے اندر جو خرابی کی علامات ہیں مغرب سے زیادہ کہیں اور نہیں پائی جاتیں۔ یہ ہم کس ڈگر پہ چل پڑے ہیں''۔

یہ مغرب کی وہ تہذیب ہے جس پر وہ تو آج شاید فخر نہ کرتے ہوں مگر ہم مسلمان ان پر بہت فخر کرتے ہیں اور اُس کو اپنانے کے لئے اپنے آباؤ اجداد، اپنا راستہ، اپنا کلچر، اپنا دین سب کچھ چھوڑنے کے لیے تیار ہیں۔ حالانکہ West آج خود اُس تہذیب سے پریشان ہے۔

ان کی یہ civilization مشکل سے دنیا میں دو، تین سو سال چلی سکی ہے اور آج اُس سے بُو آنے لگی ہے۔ دوسری طرف آج چاہے مسلمان کمزور ہوں، ڈرتے پھرتے ہوں مگر muslim civilization نے کم و بیش بارہ سو سال پوری دنیا میں عزت سے حکومت کی ہے اور کسی civilization کو جاننے اور اس کی کامیابی کا یہی پیمانہ ہوا کرتا ہے کہ وہ کتنے سال کامیابی سے قائم رہی۔

افسوس! اپنی عظیم تہذیب کی وکالت کرتے

ہوئے آج ہماری زبانیں بند ہیں۔ ہم شرماتے ہیں، منہ چھپاتے پھرتے ہیں یا اپنے طلبہ کو بتاتے ہوئے شرماتے ہیں کہ شاید ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔ اصل میں تہذیب میں کمی نہیں ہے، ہماری علمی تاریخ میں کمی نہیں ہے بلکہ اپنی عظیم تاریخ سے وابستگی میں کمی ہے، ہم نے اپنی تاریخ، اپنے دین، اپنی روایات کے ساتھ تعلق کو ترک کر دیا ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنی تہذیب کے عظیم ترجمان بنیں، اپنی تاریخ اور ماضی کے ساتھ ایک تعلق قائم کریں اور علوم و فنون کے حصول میں محنت و جدوجہد کو اپنا شعار بنائیں۔ اس ضمن میں حصولِ علم کے تمام دستیاب ذرائع کو استعمال میں لانا ہوگا نیز علم کو علمِ نافع بنانے کے لئے اسلامی تعلیمات کو بھی مدنظر رکھنا ہوگا۔

حصولِ علم کے ذرائع اور طبقاتِ اہل علم

علم سے وابستہ تین قسم کے لوگ ہیں:

۱۔ صوفیائے کرام/ صوفی شعراء

۲۔ عام دنیوی سکالرز/ عام دینی علماء

۳۔ دینی، دنیاوی اور روحانی علوم کی حامل شخصیات

مذکورہ تینوں طبقات کا حصول علم کے لئے طریقہ کار methodology, ،research اور طریق علم کے اندر گہرائی میں جانا، اُس کے بارے میں پڑھنا، سوچنا، سمجھنا مختلف طریقوں سے ہے۔

۱۔ ایک طبقہ علم کو اپنی intuition (الہام/ وجدان/ عرفان) کے ذریعے حاصل کرتا ہے۔ اور یہ بہت بڑا درجہ ہے۔ وجدان/ الہام/ عرفان کے ذریعے through intuition جو کچھ ملتا ہے، وہ اکثر Concluding remarks ہوا کرتے ہیں، وہ conclusion یعنی نتیجہ/ اختتامیہ ہوا کرتا ہے۔

۲۔ ایک طبقہ علم کو روایتی دستیاب ذرائع سے حاصل کرتا ہے۔

۳۔ ایک طبقہ علم کو دینی، دنیاوی اور روحانی تمام ذرائع سے حاصل کرتا ہے۔

۱۔ صوفیاء کا طریقِ حصولِ علم

صوفیائے کرام جب بات کرتے ہیں تو ان کا طریقہ یہ ہے کہ وہ دلائل میں نہیں پڑتے بلکہ وہ نتیجہ concluding remarks دیتے ہیں۔ اُن کی مجلس میں بیٹھنے والے لوگ اس بات کا اکثر مشاہدہ کرتے ہیں اور اسے سمجھتے ہیں۔ وہ references (حوالہ جات) نہیں دیتے بلکہ وہ concluding بات کر دیتے ہیں کہ یہ ایسا ہے۔ ان کی بات مضبوط ہوتی ہے، اُن کے پاس اُس پر دلائل شاید موجود ہوں گے لیکن وہ جو Concluding remarks اور حتمی بیان Statement ارشاد فرماتے ہیں۔ وہ Through intuition ہوتا ہے، وہ بذریعہ الہام و وجدان ہوتا ہے۔ اسی طرح صوفی شعرائے کرام اپنے کلام میں concluding بات، یعنی final statement دے دیتے ہیں، دلائل میں نہیں پڑتے۔

ان کی یہ باتیں درست ہوتی ہیں، جو شخص اپنی اصلاح کرنا چاہے اُن کے لیے فائدہ مند اور سودمند ہے

(انتقالِ پُرملال)

گذشتہ ماہ امیر تحریک منہاج القرآن انٹرنیشنل UK محترم ظہور احمد نیازی کے جواں سال بیٹے محترم احمد اشعر نیازی قضائے الٰہی سے انتقال کر گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری، محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری، محترم امیر تحریک صاحبزادہ فیض الرحمن درانی، ناظم اعلیٰ محترم خرم نواز گنڈا پور، محترم جی ایم ملک (ڈائریکٹر امور خارجہ) اور جملہ مرکزی قائدین و سٹاف ممبران نے مرحوم کے انتقال پر دلی رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے ان کی مغفرت و بخشش کے لئے خصوصی دعا کی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل و اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

مگر یہ باتیں تعلیم کے مروجہ مراحل سے نہ گزرنے کے باعث academic statements کی حیثیت حاصل نہیں کر سکتیں۔ کیونکہ academic حیثیت حاصل کرنے کے لیے کسی بھی کتاب، کسی بھی statement کو ایک خاص مرحلے سے گزرنا ہوتا ہے۔ اُس میں reasoning، logic،references ہیں، دلائل، منطق، وجوہات کے ساتھ بات کرنی ہوتی ہے۔ بات کو علمی سطح پر قابل قبول بنانے کے لئے ثابت کرنا ہوتا ہے۔ لہذا ان کے اسلوب میں اس ایک چیز کی کمی رہ جاتی ہے کہ حوالہ جات اور ظاہری دلائل نہ ہونے کے باعث علمی لحاظ سے مضبوط (academically sound) نہیں ہوتیں لیکن وہ باتیں بذاتِ خود حقیقت میں درست ہوتی ہیں۔ اُن سے فیض لیا جا سکتا ہے، انہیں سمجھ کر اپنی زندگیاں بدلی جاسکتی ہیں۔ لیکن ان باتوں کو کسی کو پڑھا کر سمجھانا چاہیں تو وہ ممکن نہیں ہے کیونکہ وہ اُس process (مراحل) سے نہیں گزرا۔

صوفیاء و اولیاء کو یہ چیزیں اللہ کی ایک خاص عطا سے حاصل ہوتی ہیں کہ اُن کی Intution کی حس، الہام و عرفان کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ اُن کے حواس جاگ جاتے ہیں اور وہ اپنے پیغامات براہ راست اوپر سے وصول کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس لیے ایک شخص دلائل کے سفر سے گزر کر منزل تک پہنچ کر اختتام پر جو اصل بات حاصل کرتا ہے، یہ لوگ آغاز ہی پر وہ نتیجہ اور ماحصل (conclusion) بیان کر دیتے ہیں۔

۲۔ علماء کا طریقِ حصولِ علم

دوسرے لوگ جنہیں ہم علمائے کرام، سکالرز کہتے ہیں، یہ علم کے مروجہ روایتی مراحل، ذرائع اور طریق سے آتے ہیں۔ ان لوگوں کی زندگیاں کتابوں میں گزرتی ہیں، اُن کی intuition (عرفان/ وجدان/ الہام) کے دروازے کھلے نہیں ہوتے۔ وہ پانچ سو کتابیں، ہزار کتابیں پڑھ پڑھ کر ایک بات کے اوپر پانچ سو لوگوں کی فلاسفیز جان کر اُس میں سے راستہ تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اُنہی چیزوں کے اندر ان کی عمریں گزر جاتی ہیں۔ کوئی بھی شخص اگر کسی معاملہ پر متعدد سکالرز کو پڑھتا ہے اور ہر سکالر اپنی ایک نئی رائے کے ساتھ ہے۔ پھر ان درجنوں آراء کو پڑھنے کے بعد اگر وہ اپنی رائے بنانا چاہے گا تو وہ نہیں بنا سکے گا۔ دوسروں کی آراء کے ساتھ ذہن اس قدر بھر جاتا ہے کہ وہ ایک خاص نتیجے پر نہیں پہنچ سکتا۔ بس وہ ملتے جلتے ریمارکس پر پہنچ جاتا ہے یا کسی کی تائید کر دیتا ہے کہ ”میں ان اضافہ جات کے ساتھ فلاں شخص کی تائید کرتا ہوں“۔ بس یہ تعلق رہ جاتا ہے کیونکہ وہ دلائل، علم اور کتاب کے راستے پر ہوتا ہے۔ اب اُن کے ریمارکس کو academic علمی حیثیت حاصل ہوتی ہے لیکن ان کے اس طریق اور محنت میں کمی صرف intuition کی رہ جاتی ہے جس کی وجہ سے creativity تخلیق، نئی چیز منظر عام پر نہیں آتی۔

۳۔ ہمہ جہتی شخصیات کا طریقِ حصولِ علم

تیسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو دینی، دنیاوی، روحانی علوم کے جامع ہوتے ہیں۔ ان کے ہاں Creativity اور تخلیق کا عمل ہر آن جاری رہتا ہے۔ اس لئے کہ creativity کا کسی بھی چیز کے اندر آنا عرفان/ وجدان (through intuition) کے ذریعے سے ہے۔ یعنی کوئی ایسی حقیقی چیز آپ کے ذہن میں آ جاتی ہے جس پر علماء کے طریق پر سالوں کے سفر کے بعد بھی پہنچنا یقینی نہیں ہوتا۔ اگر کوئی اللہ کا ولی ہے، نیک و صالح آدمی ہو تو دین و شریعت کے بارے میں اُس کے ذہن و دل میں اللہ رب العزت کچھ القاء فرما دیتے ہیں، اُس کے ذہن میں کوئی نئی بات آ جاتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ علمی میادین میں لاکھوں لوگ

کام کرتے ہیں لیکن اُن میں بڑا نام ایک دو ہی کماتے ہیں، کیوں؟ اس لئے کہ اُن میں creativity کا مادہ پایا جاتا ہے۔ اُن کے intuition کے دروازے کھلے ہوتے ہیں لیکن یہ لوگ الہام، وجدان اور عرفان تک محدود نہیں رہتے بلکہ علمی طریق پر بھی عرفان کے ماحصل کو ثابت کرتے ہیں۔

جو کتابوں کی دنیا میں گُم رہ کر وہاں سے academic concluding remarks نکالتے ہیں اُن کو مانتے ہیں۔ لیکن وہ چیزیں امر نہیں ہوتیں، وہ ہمیشگی اور دوام نہیں پا سکتیں، کیونکہ کتابوں میں سے ہی چیز نکالی ہے۔ کتابیں کیا ہیں؟ کتابیں بھی دنیا کی تخلیق کردہ چیز ہے۔ دنیا میں آ کر اُن چیزوں نے تخلیق پائی ہے، تو دنیا کی چیزوں میں سے جتنی بھی ورق گردانی کر لیں آپ انہی جیسی چیزوں کے اندر سے ہی اپنے concluding remarks نکالیں گے، کسی نتیجے تک پہنچیں گے لیکن کسی ایسی عرفانی چیز پر نہیں پہنچ سکتے یا کوئی نئی چیز اُس وقت تک نہیں دے سکتے جب تک کوئی creativity کا مادہ نہ ملے۔ یا کوئی ایسا دروازہ نہ کھلا ہو کہ اللہ کی بارگاہ سے آپ کے دل میں یا ذہن میں کوئی شے القاء کر دی جائے۔

ان لوگوں کے intuition الہام/ وجدان/ عرفان کے دروازے بھی کھلے ہوتے ہیں اور وہ academicly sound بھی ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کی مثال میں نے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی شخصیت کے طور پر دی ہے۔ یعنی پہلی دونوں چیزیں ایک شخصیت میں جمع ہوتی ہیں۔ اب ایسی شخصیات چاہے مغرب میں کوئی سائنسدان ہو، چاہے غیر مسلم ہو یا چاہے مسلمان ہو، کوئی بڑا لکھاری ہو، فلاسفر ہو ایسی وہ تمام شخصیات جن کے نام دنیا میں باقی رہ جاتے ہیں، اُن میں یہ دونوں چیزیں جمع ہوتی ہیں۔ تب ہی وہ لوگ دنیا میں اپنا نام کما سکتے ہیں۔ ان میں intuition کا دروازہ کھل جاتا ہے اور کسی بھی کام کے بارے میں وہ اس کام کو کرنے سے پہلے نتیجے تک پہنچ جاتے ہیں۔ through intution، عرفان کے راستے سے اُن تک نتیجہ پہنچ جاتا ہے کہ اُنہوں نے پہنچنا کہاں تک ہے؟ اُنہوں نے سمجھنا کیا ہے اور بات کی حقیقت کیا ہے؟ یعنی وہ حقیقت تک پہنچ جاتے ہیں۔ چونکہ یہ لوگ academiclly sound بھی ہوتے ہیں، اس لیے اُس حقیقت کو دنیا کو سمجھانے کے لیے دلائل اور references بھی سامنے لے آتے ہیں۔

گویا یہ وہ لوگ ہیں جہاں پر intuition (عرفان/ وجدان) اور references (حوالہ جات) مل جاتے ہیں یعنی اس کو اگر scientific سائنسی انداز میں کہنا چاہیں تو hypothesis (مفروضہ) اور proof (ثبوت) کا ملاپ ہو جاتا ہے۔ کچھ فلاسفرز hypothesis تک رہتے ہیں جنہیں ہم اپنی زبان میں صوفی کہہ دیتے ہیں۔ کچھ لوگ empirical studies (مشاہداتی، تجزیاتی مطالعہ) کے اندر ساری زندگی گم رہتے ہیں، hypothesis اور intution اُن کے ذہن کے قریب سے بھی نہیں گزرتا، وہ اُسی میں گُم رہتے ہیں۔ دوسری طرف وہ لوگ بڑے ہو جاتے ہیں، اپنا نام بنا جاتے ہیں جو intuition/ hypothesis and proof کو ملا کر دنیا کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ عرفان کے عطا ہونے سے اللہ رب العزت نے اُن کے دل میں وہ نتیجہ القاء کر دیا تھا، جسے وہ academically دنیا کی زبان میں proove کر کے دنیا کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ بے شمار علماء کرام ہیں جو اجتہاد کی بات کرتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ اجتہاد کتابوں سے پڑھ کر نہیں کیا جا سکتا، اجتہاد کے لیے intuition یعنی عرفان وجدان، الہام کا ہونا بھی ضروری ہے۔ اجتہاد کے لیے دل کا دروازہ کھلا ہونا ضروری ہے کہ اللہ رب العزت سے ایک خاص بات، ایک خاص conclusion اُس کے ذہن میں آ

جائے پھر وہ دنیا سے حاصل کردہ علم کے ذریعے اُس کی تطبیق کر کے دنیا کے سامنے اس مسئلہ کا حل رکھ دے۔

اجتہاد کے لیے ''عرفان'' ضروری ہے۔ ہر شخص محض دنیا کی کتب پڑھ پڑھ کر اجتہاد نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اجتہاد کا دروازہ انہی چند لوگوں پر کھولا جاتا ہے جن کے لئے الہام و عرفان کے دروازے کھل چکے ہوتے ہیں۔

حقیقی نتیجہ کے حصول کے ذرائع

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ○ (بنی اسرائیل: ۳۶:۱۷)

''اور (اے انسان!) تو اس بات کی پیروی نہ کر جس کا تجھے (صحیح) علم نہیں، بے شک کان اور آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک سے باز پرس ہوگی''۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کا ذکر فرمایا: ۱۔کان ۲۔آنکھ ۳۔دل

اس آیت مبارکہ میں اللہ رب العزت یہ بھی فرما سکتے تھے کان اور آنکھ کے ذریعے جو تُو نے علم سیکھا، جو بات جانی، سمجھی اُس پر اکتفاء کر کے نتیجے تک پہنچ گیا مگر یہاں یہ نہیں فرمایا بلکہ اللہ رب العزت نے یہاں پر ایک حد limitation بیان کی کہ کوئی آدمی صرف آنکھ اور کان سے حاصل کردہ علم سے نتیجے تک نہیں پہنچ سکتا۔ حقیقی نتیجہ conclusion وہ ہے کہ جہاں پر آنکھ اور کان کے ساتھ دل بھی جمع ہوگا۔ آنکھ اور کان کے راستے آنے والا دنیوی علم اور دل کا معاملہ یعنی وہ القاء مل کر conclusion ہوتا ہے، اور یہ بذریعہ الہام و عرفان through intuition ہی ممکن ہے۔

یہ وہ راستہ ہے جو اسلام نے اپنے محققین researchers کو دکھایا ہے۔ اس راستے پر چلنے والے لوگ عظیم محققین ہو جاتے ہیں۔ مغربی انداز فکر western approach کی تقلید کرنے والے لوگ یا کتابوں میں گُم رہنے والے یا صرف تجزیاتی و مشاہداتی مطالعہ empirical studies کو فوقیت دینے والے یا صرف مادی علوم materialistic knowledge کے اوپر بات کرنے والے اور عرفان، intuition کو نہ ماننے والے لوگ حقیقی conclusion تک نہیں پہنچ سکتے۔

الہام کیسے وارد ہوتا ہے؟

صوفیاء اور اولیاء میں عرفان، الہام، وجدان کیسے آتا ہے؟ اُس کا process کیسے شروع ہوتا ہے؟ وہ intuition یا وہ پیغام یا hypothesis ان کے دل میں کیسے تشکیل (build-up) پاتا ہے؟ اور اُس کے بعد وہ کس طرح علمی مباحث اور علمی طریقے کار کے ذریعے اپنے دلائل کو پختہ کرتے چلے جاتے ہیں؟ اس کو ایک مثال سے سمجھاتا ہوں۔

telescope سے ہم سورج، چاند اور ستاروں کو دیکھتے ہیں، اُس کی بناوٹ (make up) ایسی ہوتی ہے کہ یہ نہیں ہوتا کہ آگے کے lens سے سورج چاند اور ستاروں کو دیکھ لیں۔ اس پر آنکھ سے دیکھنے کے لیے الگ lens اوپر کی طرف لگا ہوتا ہے اور اُس کے بالکل نیچے extreme bottom پر ایک صاف mirror بطور Reflector (منعکس کرنے والا) لگا ہوتا ہے۔ سامنے lens لگا ہوتا ہے کہ جس میں ہم سورج، چاند یا ستاروں کو دیکھتے ہیں۔ اب جب بھی کوئی آنکھ سورج، چاند اور ستاروں کو دیکھنا چاہتی ہے تو اُس telescope کا رخ آسمان کی طرف سیدھا کر دیا جاتا ہے۔ lens کے ذریعے جو image آتا ہے، وہ reflector میں جاتا ہے، براہ راست آنکھ اسے نہیں دیکھتی۔ وہ reflector سے منعکس ہو کر اُس lens میں جاتا ہے جس کے اوپر آنکھ رکھی ہوتی ہے۔ اسی طرح اُس image کو دیکھتے ہیں۔

اس مثال سے ”عرفان، وجدان، الہام“ کو سمجھا جاسکتا ہے۔ انسانی کے اندر دماغ، دل اور روح ہے۔ روح وہ شے ہے جو انسانی جسم کا ناطہ عالم بالا سے جوڑے رکھتی ہے۔ یعنی عالم بالا یا عالم انوار کے ساتھ دنیا میں رہنے والے شخص کا ناطہ صرف روح ہے۔ کیونکہ روح وہاں کی رہنے والی ہے لیکن رہتی یہاں ہے۔ لہٰذا وہ گھر کی باتیں جان لیتی ہے۔ اب وہ روح عالم بالا کی باتیں سن کر دل کے کان میں کہہ دیتی ہے۔ دل وہ پیغام دماغ تک پہنچا دیتا ہے۔

انسانی جسم کے اندر روح Telescope کا وہ lens ہے جو اُن سیاروں، ستاروں، سورج اور چاند کو دیکھتا ہے۔ اُس کی bottom پر لگا ہوا reflector دل ہے کہ وہ روح پیغام لا کر اُس reflector (دل) کو دیتی ہے۔ telescope کے اوپر جو انسانی آنکھ ہے، وہ دماغ ہے۔ دل اس پیغام کو دماغ کی طرف reflect کرتا ہے۔

اعلیٰ و اچھا telescope وہ ہوتا ہے جس کا reflector جتنا صاف ستھرا ہو۔ اگر کسی کا reflector دھندلا ہو تو روح نے تو اپنا کامل پیغام لا کر اُس دل reflector کو دے دینا ہے۔ اگر دل کا حال دھندلا ہے تو وہ اس پیغام کو نہیں سمجھ سکتا، نتیجتاً دماغ تک اصل حقیقت نہیں پہنچتی۔

صفائے قلب و باطن

اب کسی نے اس دل کی صفائی کی ہو، اس reflector کو خوب صاف کیا ہو تو روح جتنا پیغام لائے گی وہ کامل شکل میں اس شخص کے دماغ تک وہ دل reflect کردے گا۔ اس طرح وہ intuition انسانی دماغ تک پہنچتی ہے۔ دل کی صورت میں موجود وہ reflector جتنا صاف و شفاف ہوگا، اسی قدر اصل حالت میں پیغام دماغ تک پہنچے گا۔ پھر دماغ دنیا سے حاصل کردہ علوم کو استعمال کرتے ہوئے اس نتیجے کو ثبوت اور testing کے مراحل سے گزارتا ہوا دنیا کے سامنے رکھ دیتا ہے۔ تب چیز اعلیٰ بنتی ہے اور اس کو بنانے والا تخلیق کرنے والا خاص بن جاتا ہے۔

ہمارا حال یہ ہے کہ ہمارے دل کے reflector اتنے شفاف نہیں ہیں۔ روح تو عالم بالا سے پیغام لاتی رہتی ہے مگر ہمارا دل اس پیغام کو صحیح اور حقیقی شکل میں ہمارے دماغ تک reflect نہیں کرتا جس سے ہم حقیقت تک نہیں پہنچتے۔ اس صورت حال میں دنیا میں ہم جتنی محنت کرتے رہیں، جتنی کتابوں کا مطالعہ کرتے رہیں، ورق گردانی کرتے رہیں، کچھ حاصل نہیں ہوتا اور اسی میں ہم زندگی گزار دیتے ہیں۔ ہم صرف انہی چیزوں کے گرداب میں پھنس جاتے ہیں جو ہم نے دنیا میں کتابوں کے ذریعے حاصل کیا ہوتا ہے۔ اس سے کچھ نیا پیدا نہیں ہوسکتا۔

اس کا حل کیا ہے؟ اس کا حل یہ ہے کہ ایک مرض کے اندر ہم لوگ مبتلا ہوچکے ہیں۔ وہ مرض یہ ہے کہ جب علم زیادہ آ جاتا ہے تو ہماری نظر اپنے باطن سے ہٹ جاتی ہے۔ یہ ایک اہم پہلو ہے جس مقصد کے لیے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے منہاج یونیورسٹی کی بنیاد 1980ء میں ایک فکر کے نتیجے میں رکھی۔ آج الحمد للہ منہاج یونیورسٹی ترقی کے راستے پر گامزن ہے۔ اس یونیورسٹی کے قیام کو عمل میں لانا انسٹی ٹیوشنز کی فہرست میں ایک اضافہ کرنا نہ تھا بلکہ ہمارے اسلاف کی یہ روش جو اس زمانے کے اندر متروک ہوچکی ہے، اُس کو پھر سے بحال کرنا اور رواج میں لانا ہے کہ یہاں پر علم کے ساتھ تصوف کی بھی تعلیم دی جائے۔۔۔ علم کے ساتھ کردار بھی دیا جائے۔۔۔ علم کے ساتھ اخلاق بھی دیا جائے۔

دل کے reflector کو اگر صاف و شفاف رکھنا ہے تو دنیوی علوم جتنے مرضی پڑھیں مگر نظر اپنے باطنی احوال، اخلاق اور کردار پر رکھیں کہ کہیں علم کے زیادہ آ جانے سے ہمارے اندر تکبر و غرور تو نہیں آ گیا؟ ہمارے اندر دنیوی برائیاں تو نہیں آ گئیں؟ کیا ابھی بھی ہم اتنے

ہی منکسر و متواضع ہیں جتنے کہ علم کی اعلیٰ ڈگریوں کے حصول سے پہلے تھے؟

علمِ نافع کی شان

اس لئے کہ علمِ نافع کی شان یہ ہے کہ جیسے جیسے آتا ہے انسان مزید عاجزی اختیار کرتا چلا جاتا ہے۔ علم کے آنے سے اگر انسان میں اکڑ آتی جائے تو سمجھ جائیں، اس کا علم علمِ نافع نہیں ہے۔ اگر کوئی دنیوی علم میں جتنا آگے چلا جائے، چاہے قرآن، حدیث، شریعت کا علم ہی کیوں نہیں اگر وہ اپنے دل کا reflector صاف نہیں کر سکتا تو وہ حقیقی نتائج تک کبھی بھی نہیں پہنچ سکے گا۔ دنیا کے پی ایچ ڈی ڈاکٹرز، سکالرز، اساتذہ، فلاسفرز کی لسٹ میں ایک اضافہ تو ہوجائے گا مگر اس صاحبِ علم کا علم، علمِ نافع نہ کہلائے گا۔ وہ اپنی پہچان نہیں بنا سکتا۔ اسی لیے ہزاروں لاکھوں پڑھے لکھے لوگ دنیا میں گھومتے پھرتے ہیں۔ انہیں دیکھ کر ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ لوگ تاریخ میں اپنا نام کیوں نہیں بنا سکے؟ اتنا ذہن رکھتے ہیں' اتنا علم رکھتے ہیں' پڑھاتے بھی ہیں' refrecnces کے انبار لگا دیتے ہیں، پڑھاتے ہیں تو علوم اور کتابوں کے حوالے دیتے ہوئے تھکتے نہیں ہیں مگر ان کی زبان میں تاثیر نہیں ہے، فائنل نتیجے تک نہیں پہنچ سکتے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے دلوں کے ان reflectors کو شفاف نہیں رکھا ہوتا۔ لہذا اپنی روح کے لائے ہوئے پیغام کو بہتر انداز میں reflect کرنے کے لیے دل کو جتنا شفاف کرسکیں، وہ کریں۔

علم و عرفان کی اس تمام دولت کا حصول کردار اور معاملات کی بہتری کے ساتھ ممکن ہوگا۔ ایک دوسرے کے ساتھ معاملہ، اخلاق تربیت، بھلائی کے ساتھ کریں۔ یہ بات بھی یاد رکھیں کہ تصوف کی طرف آنے سے انسان علم سے دور نہیں چلا جاتا۔ علم ہم سے تب دور چلا جاتا ہے کہ اگر ہم ایک ستون کو چھوڑ دیں۔ اگر تصوف اور دین دونوں کو یکجا رکھیں تو علم دور نہیں جاتا بلکہ انسان حقیقت تک پہنچ جاتا ہے۔ پھر چاہے ماڈرن سائنسز ہوں یا علوم اسلامیہ ہوں، چاہے ماڈرن ٹیکنالوجی میں کچھ produce کرنا چاہتے ہیں، چاہے آپ علوم دینیہ کے اندر کوئی نئی بحث چھیڑنا چاہتے ہیں، کوئی اجتہاد کرنا چاہتے ہیں، اس کے لیے دل کے reflector کا شفاف ہونا ضروری ہے۔

پیغام یہ ہے کہ ہم جہاں علم پر اتنی محنت کرتے ہیں وہاں اس بات کا بھی التزام کریں کہ علم کے حصول کے ساتھ ساتھ اپنی نظریں اپنے باطن سے مت ہٹائیں۔ ہر میدان میں ہم محنت کریں اور آگے جائیں اور ساتھ اپنے باطن کو بھی نظر میں رکھیں۔ ❁❁❁❁❁

ماہنامہ منہاج القرآن کے سالانہ خریداران متوجہ ہوں!

مصروفیات کی بناء پر کئی احباب ماہنامہ منہاج القرآن کی سالانہ خریداری کے دوبارہ اجراء کیلئے نہ تو مرکز آسکتے ہیں اور نہ ہی منی آرڈر کے ذریعے اپنا زرتعاون بھجواسکتے ہیں۔ ان احباب کی سہولت کیلئے یہ سلسلہ جاری ہے کہ ماہنامہ منہاج القرآن کے جن سالانہ خریدار احباب کا زرِتعاون جس مہینے ختم ہوجائے گا، اس سے اگلے ماہ ان احباب کو 250 روپے سالانہ خریداری کے عوض شمارہ VP کیا جائے گا تاکہ شمارہ سے استفادہ کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے اور انہیں بغیر تعطل کے ہر ماہ شمارہ ملتا رہے۔

امید ہے کہ آپ VP کی صورت میں ارسال کئے گئے شمارہ کو پوسٹ مین سے وصول کرکے اپنے تعاون کو جاری و بحال رکھیں گے۔ (ادارہ)

ادارہ کی تشکیل ۔۔۔ اہمیت و ضرورت

ماخوذ از افادات شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

صاحبزادہ مسکین فیض الرحمان درانی (مرکزی امیر منہاج القرآن انٹرنیشنل)

حصہ: 2

قول و اقرار اور عہد کی اہمیت

بحیثیت مومن ہم سب نے اپنے خالق و مالک اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ اُس کو ایک ماننے، اس کی ربوبیت و الوہیت کا اقرار کرنے، حضور نبی اکرم ﷺ پر ایمان لانے، آپ ﷺ کو آخری نبی ماننے اور آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے مطابق زندگی بسر کرنے کا ایک اقرار اور عہد کیا ہے۔ یہی اقرار و عہد ہمارے ایمان کی بنیاد ہے۔ اسی اقرار و عہد کے تتبع میں منہاج القرآن کی رفاقت کا فارم یا عہد نامہ رفاقت بھرتے وقت ہم اس قرآنی آیت کے الفاظ کے ذریعے تجدید عہد کرتے ہیں کہ

’’اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَo

(بیشک میری نماز اور میرا حج اور قربانی (سب بندگی سمیت) اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے (الانعام:۱۶۳)

یہ وُہ عظیم الشان عہد ہے جو ہم نے بحیثیتِ مومن ’’ادارہ‘‘ میں شمولیت کے وقت اپنے خالق و مالک کے ساتھ کیا ہے۔ مسلمان کی ایک پہچان عہد و اقرار کو پورا کرنا بھی ہے۔

عہد و اقرار کو پورا کرنے کی تاکید اور حکم ہمیں قرآن و سنت میں جابجا ملتا ہے۔

☆ سورۃ المائدہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

’’مسلمانو! اپنے اقراروں کو پورا کرو‘‘۔

☆ سورۃ الصف میں ارشاد الٰہی ہے:

’’مسلمانو! ایسی بات کیوں کہہ دیتے ہو جو تم کر کے نہیں دکھاتے (یہ بات) اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے کہ کہو (سب کچھ) اور کرو (کچھ) نہیں‘‘۔

☆اللہ تبارک وتعالیٰ سورۃ بنی اسرائیل میں فرماتا ہے:

’’اور عہد کو پورا کیا کرو کیونکہ (قیامت میں) عہد کی باز پرس ہوگی‘‘۔

بدعہدی کی سزا بارے قرآن مجید کی سورہ آل عمران میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

’’بیشک جو لوگ اللہ کے عہد اور قسموں کا تھوڑی سی قیمت کے عوض سودا کر لیتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے اللہ ان سے کلام فرمائے گا اور نہ ان کی طرف نگاہ کرے گا اور نہ ہی ان کو پاکیزگی دے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا‘‘

☆ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ مومن کا وعدہ (قرض کی طرح) واجب الادا ہے اور مومن کا وعدہ ایسا ہے کہ جیسے ہاتھ پکڑ لیا۔ (کنزالعمال)

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ قیامت کے دن اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سب سے بہتر

بندے وہ ہوں گے جو خوش دلی سے وعدہ وفا کرتے ہیں۔

☆ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ایک حدیث پاک کی روایت یوں ہے کہ وعدہ کرنے والے کا اقرار قرض کی طرح ہے یا اس سے بھی زیادہ۔

درج بالا فرامین سے قول و اقرار اور عہد کی اہمیت روزِ روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا ہم اپنی منصبی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے دوران کئے گئے عہد و اقرار کو پورا کرنے کا کماحقہ اہتمام کرتے ہیں یا نہیں؟ افسوس! ہماری پوری قوم کا بالعموم اور مقتدر طبقات کا بالخصوص یہ مزاج بن چکا ہے کہ ہم جن ذمہ داریوں کو پورا کرنے کا عہد و اقرار کرتے ہیں، اُن سے اغماض برتنا اور اُن ذمہ داریوں کے تقاضوں کو نظر انداز کرنا ہماری سرشت بن چکا ہے۔

ریاستِ پاکستان کی مقتدر شخصیات کا حلف نامہ

وطن عزیز پاکستان میں ریاست اور سیاستِ مُدَن کے تمام مقتدر اور اعلیٰ ادارے کے اراکین بشمول صدر، وزیراعظم، ممبران قومی اسمبلی، اراکین سینٹ، ممبران اسمبلی، گورنرز، ججز، الیکشن کمیشنرز، مسلح افواج کے سربراہان الغرض جملہ مقتدر و اعلیٰ ریاستی شخصیات اللہ تبارک وتعالیٰ اورعوام الناس کے سامنے، اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ''امانت'' یعنی اسلامی جمہوریہ پاکستان کی خود مختاری، سالمیت، استحکام، بہبود، خوش حالی اور اُس میں اسلامی نظریہ کو برقرار رکھنے کا حلف (Oath) اٹھاتے ہیں اور اللہ جل مجدہٗ کے ساتھ اس حلف کی پابندی کا عہد کرتے ہیں۔

صدر مملکت، وزیر اعظم، وزراء اور ریاستی اداروں کے سربراہان اور اراکین کے حلف ناموں کے الفاظ معمولی ردّوبدل کے ساتھ کم و بیش آپس میں مماثلت رکھتے ہیں۔ اس حلف نامہ میں وہ کیا کیا اقرار وعہد کرتے ہیں۔ بطور نمونہ وزیر اعظم پاکستان کا حلف نامہ ملاحظہ فرمائیں کہ وہ اپنی ذمہ داری سنبھالتے وقت اپنے مومن و مسلمان ہونے کے اقرار کے بعد یوں اقرار وعہد کرتا ہے کہ

''میں خلوص نیت سے پاکستان کا حامی اور وفا دار رہوں گا: کہ بحیثیت وزیر اعظم پاکستان، میں اپنے فرائض و کارہائے منصبی ایمانداری، اپنی انتہائی صلاحیت اور وفاداری کے ساتھ، اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور اور قانون کے مطابق اور ہمیشہ پاکستان کی خود مختاری، سالمیت، استحکام، بہبودی اور خوش حالی کی خاطر انجام دوں گا: کہ میں اسلامی نظریہ کو برقرار رکھنے کے لیے کوشاں رہوں گا جو قیام پاکستان کی بنیاد ہے: کہ میں اپنے ذاتی مفاد کو اپنے سرکاری کام یا اپنے سرکاری فیصلوں پر اثر انداز نہیں ہونے دوں گا: کہ میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کو برقرار رکھوں گا اور اس کا تحفظ اور دفاع کروں گا: کہ میں ہر حالت میں ہر قسم کے لوگوں کے ساتھ، بلا خوف و رعایت اور بلا رغبت وعناد، قانون کے مطابق انصاف کروں گا: اور یہ کہ میں کسی شخص کو بلاواسطہ یا بالواسطہ کسی ایسے معاملے کی نہ اطلاع دوں گا اور نہ اسے ظاہر کروں گا جو بحیثیت وزیر اعظم پاکستان میرے سامنے غور کیلئے پیش کیا جائے گا یا میرے علم میں آئے گا بجز جب کہ بحیثیت وزیر اعظم اپنے فرائض کی کما حقہ انجام دہی کے لیے ایسا کرنا ضروری ہو۔ (اللہ تعالیٰ میری مدد اور رہنمائی فرمائے۔ آمین)

حلف کے تقاضے

اس حلف نامہ کے الفاظ اور مسندِ اقتدار پر فائز اِن حکمرانوں کے قول وفعل میں تضاد روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ چاہئے تو یہ کہ حلف نامہ کے ایک ایک لفظ کی پاسداری کی جائے اور اس قول و اقرار پر پورا اترنے کے لئے تن من دھن کی بازی لگادی جائے مگر اس قول وقرار کے برعکس امور کی انجام دہی کی وجہ سے ہی ملک پاکستان زوال کا شکار اورعوام پاکستان اپنے بنیادی حقوق سے بھی محروم ہے۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان دنیا کا وہ واحد ملک ہے کہ جس کی بنیاد نظریہ پر قائم ہے۔ تحریک اور قیام پاکستان کے وقت لاکھوں مسلمانوں نے اپنی جانوں، اموال و املاک اور اولاد کی قربانیاں دے کر اس اسلامی ریاست کو دین مبین کی ترویج، اشاعت اسلام اور ارکان اسلام پر عمل کرنے کے لیے حاصل کیا۔ یہ ملک ایک عظیم نعمت خداوندی ہے اور پہلی اسلامی ریاست مدینہ کی طرز پر اس کو اسلام کے بنیادی عقائد پر عمل کرنے کے لیے قائم کیا گیا۔ تحریک پاکستان کے ایام میں بانی پاکستان حضرت قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے واضح اعلان کیا تھا کہ پاکستان کا بنیادی دستور قرآن حکیم فرقان مجید ہوگا۔ اس قول کی روشنی میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کو طویل جدوجہد کے بعد مرتب کیا گیا۔ اس آئین پاکستان ،ہا میں واضح طور پر درج ہے کہ

''چونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہی پوری کائنات کا بلا شرکتِ غیرے حاکم مطلق ہے اور پاکستان کی عوام کو جو اختیار و اقتدار اس کی مقرر کردہ حدود کے اندر استعمال کرنے کا حق ہوگا، وہ ایک مقدس امانت ہے''

اسلامی جمہوریہ پاکستان؛ جمہور مسلمانوں کا وطن ہے جو اسلامی نظام و تعلیمات کے نفاذ کے لیے تخلیق کیا گیا۔ لہذا اس اسلامی ریاست کا ادارتی نظام ان بنیادی اصولوں پر ہونا چاہئے جو قرآن و سنت نے وضع کئے ہیں۔ سورۃ النساء کی آیت ۵۸ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو امانت کی سپردگی کے لیے ''اہلیت'' کو شرط اول قرار دیا ہے کہ

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ .

''بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں انہی لوگوں کے سپرد کرو جو ان کے اہل ہیں، اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کیا کرو''۔

لہذا اسلامی جمہوریہ پاکستان کی بنیاد اہلیت، عدل، امانت اور دیانت پر قائم ہوگی اور مملکت کے ادارتی نظام کے ہر ذمہ دار فرد پر واجب ہے کہ وہ اگر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اس امانت اور ذمہ داری کا بار اپنے کندھوں پر اٹھانے کے لیے تیار ہے تو اس کی پہلی شرط قرآن وسنت کے مطابق اس کی ذاتی ''اہلیت'' ہوگی اور آئین پاکستان اور اس کے حلف کے مطابق وہ پوری ''دیانتداری'' سے مملکت اور عوام کے لیے جو فرائض سر انجام دے گا وہ ''عدل'' پر مبنی ہوں گے۔

پاکستان کے قیام کو 69 برس ہو چکے ہیں۔ حضرت قائداعظمؒ اور ان کے چند گنے چنے اہل، عادل اور دیانتدار ساتھیوں کے وصال کے بعد مملکت پاکستان کے حکمران، حکام اور عمال کی طرزِ حکمرانی کا جائزہ لیں کہ کیا انہوں نے قرآن وسنت اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین کی روشنی میں اپنی پوری صلاحیت، اہلیت، دیانت اور عدل سے اس مقدس ملک میں حقوق اللہ اور حقوق جمہور کی پاسداری اور حفاظت کا فریضہ سرانجام دیا ہے؟

یہ سوال روز قیامت صرف وطن عزیز پر حکومت کرنے والے حکمرانوں، حکّام اور عمّال سے ہی نہیں بلکہ پاکستان کی عوام سے بھی کیا جائے گا کہ اللہ سبحان وتعالیٰ کی عطا کردہ مملکت، جو ان کے پاس ایک مقدس امانت کی صورت میں موجود تھی انہوں نے اس کی باگ ڈور اللہ تعالیٰ کے فرامین کے نفاذ اور عدل و انصاف کے قیام کے لیے کن اہل اور مستحق حقداروں کے سپرد کی تھی؟

اس لئے کہ اسلام کے مطابق امانت کا اصل اور حقیقی حامل (sustainer) عوام کو قرار دیا گیا ہے۔ قادرِ مطلق اور اس مقدس امانت کے بخشنے والے رب جلیل کی جانب سے عوام کو تاکید کی گئی ہے کہ امانتیں صرف ان لوگوں کے سپرد کرو کہ جو ان کے اہل اور صحیح حقدار ہیں یعنی قیام اقتدار کے لیے حق رائے دہی (right of public opinion) استعمال کرتے وقت یہ امر ملحوظ رکھا جائے گا

کہ صرف اہل و مستحق افراد ہی امانتِ اقتدار کے لیے منتخب (elect) کئے جائیں۔ علمی اور عملی طور پر نااہل اور غیر مستحق افراد نہ امانتِ اقتدار کو سنبھالنے کے لیے خود کو پیش کر سکتے ہیں اور نہ عوام ان کو منتخب کر سکتے ہیں۔ قرآن حکیم یہ بات لوگوں کو حکمِ الٰہی کے طور پر تاکیداً سنا رہا ہے جس میں کسی قسم کی رعایت کی گنجائش نہیں۔

معاشروں میں صلاح وفساد کا باعث کون؟

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں اور ابلیس کے سامنے روئے زمین پر نظامِ الٰہی قائم کرنے کے لیے کامل انسان (homo-sapien) حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد اس کو اپنا خلیفہ بنانے کا اعلان فرمایا۔ خلیفہ ہونے کے لیے ایک مکمل خلافت اور ادارہ کا وجود لازم ہوتا ہے جبکہ اداراتی نظام کو کامیابی سے چلانے کے لیے ایک نیک صالح مومن حکمران، قائد، راہ نما اور صادق و امین حکام وعمّال اور ناظمین کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ ان قائدین، ناظمین اور حکّام و عمّال کی صلاح (goodness) اور فساد (dishonesty) پر ہی عوام الناس اور معاشرہ کی صلاح وفساد اور خیر وشر کا انحصار ہے۔

موجودہ زمانہ میں دنیا بھر میں جہاں بھی شر و فساد کے منابع ہیں، جہاں سے شر پھوٹتا، پھیلتا اور پھیلایا جاتا ہے آپ غور سے دیکھیں کہ وہاں کی حکومتوں کا اداراتی نظام خلافتِ الٰہیہ کے بنیادی اصولوں سے انحراف پر قائم ہوتا ہے۔ وہاں خوف خدا، تقویٰ، پرہیزگاری، اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونے اور جوابدہ ہونے کا تصور نہیں ہوتا۔ ان ملکوں کی سیاست، معیشت، معاشرت اور اخلاقی اقدار عالم انسانیت کے لئے انسانی خواہشات کے وضع کردہ اصولوں اور قواعد وضوابط کے تابع، اور اپنے قومی، نسلی وملکی مفادات کے لیے مختص ہوتی ہے۔ ایسا اداراتی نظام کائناتی اور آفاقی اداراتی نظام کے مطابق ''عدل'' پر مبنی نہیں ہوتا ہے بلکہ اِس کی بنیاد ''ناانصافی'' پر قائم ہوتی ہے۔

ریاست (state) اور حکومت (government) ملک میں قائم مختلف سیاسی، اقتصادی، معاشرتی، عمرانی، عدالتی اور عسکری اداروں کے مجموعہ کے مرکّب سے بنتی ہے۔ عام ریاستوں اور اسلامی ریاستوں کے درمیان ایک واضح فرق یہ ہوتا ہے کہ ایک اسلامی ریاست میں سب ادارے اللہ تبارک وتعالیٰ کی امانت ہوتے ہیں۔ ریاست اور ریاستی اداروں کی ذمہ داریاں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کے احکام کے مطابق پوری کرنا اور اللہ کی رضا کے مطابق اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کرنا سب ''امانت'' ہیں۔

اسلامی ممالک میں حکمرانی کے لیے اپنے نمائندے منتخب کرنے والی عوام پر پہلے اس بات کا تعین لازم ہوتا ہے کہ آیا وہ اللہ کے حکم کی اطاعت کر کے اللہ کی پارٹی کے لوگ بنیں گے اور اپنی حکومت کو چلانے کے لیے نیک، صالح، اہل اور امانتدار افراد کا انتخاب کریں گے۔ یا اس کے برعکس اللہ جل شانہٗ کے حکم سے انحراف کرتے ہوئے نا اہل، فاسق و فاجر اور اللہ کی زمین پر فساد پھیلانے والے شیطانی گروہ کے نا اہل افراد کو اسلامی ریاست کی حکمرانی کی اعلیٰ ترین امانت سپرد کریں گے اور شیطان کی پارٹی کے اراکین بن کر شیطان کی اطاعت اور پوجا کریں گے۔

ضابطۂ اہلیت۔ قرآن کی روشنی میں

قرآن حکیم ہمیں ''اہلیت'' کے حوالے سے مزید درج ذیل اہم نکات کی طرف متوجہ کرتا ہے:

1۔ مناصبِ حکومت یا اقتدار کا کوئی بھی عہدہ؛ چاہے وہ حکومت کا ہو یا کسی ادارے کا، یا کسی جماعت اور تنظیم کا، سراسر امانت ہے۔ کسی کی ملکیت یا وراثت نہیں۔

2۔ امانتِ اقتدار (Authority) کے اصل حامل

حکمران نہیں بلکہ عوام ہیں۔ یہ امانت، حق رائے دہی کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عوام کو عطا کی گئی ہے۔

3۔ قیام اقتدار (government) بلا استثنیٰ تمام لوگوں کے حق رائے دہی (voting rights) کے استعمال سے (بغیر کسی لالچ، دھونس، دھمکی) عمل میں آنا چاہیے کیونکہ امانتیں سپرد کرنے کا حکم عوام کو دیا گیا ہے۔ اس لیے یہ ان کا حق ہے کہ کس کو منصبِ حکومت کے لیے منتخب کریں۔ کوئی شخص کسی بھی طور طریقے سے عوام سے اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ یہ حق غصب نہیں کرسکتا ہے۔ اس لیے اسلامی حکومت کا صحیح معنوں میں ''نمائندہ اور منتخبہ حکومت'' ہونا اشد ضروری ہے۔

4۔ مسند حکومت (public offices) کے لیے صرف اہل اور حقدار افراد کو ہی منتخب کیا جا سکتا ہے۔ قرآن کا یہ ضابطہ حکومت کے تمام اداروں کے حکام و عمّال اور اسلامی ریاست کے تمام سرکاری و غیر سرکاری اداروں اور تنظیمات پر یکساں لاگو ہوگا۔ ہر کس و ناکس اور بے علم اور بے عمل شخص قیام اقتدار کے لیے عاقل و بالغ ہونے کی بنا پر اپنا ووٹ تو استعمال کرسکتا ہے لیکن بطور نمائندہ منتخب نہیں ہوسکتا۔ گویا نمائندے کے لیے علم و عمل کے لحاظ سے اہلیت اور قابلیت کی شرط ناگزیر ہے۔

5۔ قیام اقتدار عوام اور نمائندوں کے درمیان ایک قابل تنسیخ معاہدہ ہے جس کی شرائط کا پورا کرنا فریقین پر فرض ہے۔

6۔ منصبِ حکومت پر فائز ہونے کے بعد حکّام اور عمّال کے ذمے عدل و انصاف کا قائم کرنا لازم آتا ہے۔ جس کی خلاف ورزی سے وہ امانتِ اقتدار کو سنبھالے رکھنے کے اہل نہیں رہتے۔

7۔ جو لوگ حکام کو امانتِ اقتدار سنبھالنے کے لیے منتخب کرتے ہیں، وہی انہیں انحراف کی صورت میں عہدے سے معزول بھی کر سکتے ہیں۔

8۔ حاکم (rulers, office bearers) اور محکوم (subordinates) دونوں کا اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کے قانون کے یکساں طور پر تابع ہونا لازم ہے۔

9۔ حکّام کی اطاعت مشروط (conditional) ہوتی ہے۔ اگر وہ خود اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے احکام کے تابع نہ رہیں تو عوام پر ان کی اطاعت فرض نہیں رہتی۔

10۔ عوام کو حکام سے اختلاف کرنے بلکہ نزاع (dispute) کا بھی حق حاصل ہے، عوام کو تنقید (Criticism) اور مواخذے (accountability) کے حق سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔ ان کو ان کے اس حق سے محروم کرنا سب سے بڑا سیاسی ظلم اور احکام قرآنی کی صریح خلاف ورزی ہے۔

11۔ عوام اور حکام کے درمیان اختلاف کی صورت میں کسی کی رائے بھی خصوصی طور پر فائق یا رعایت یافتہ نہیں ہوتی۔

12۔ ہر نزاعی معاملے (matter of dispute) میں آخری سند اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے۔ قرآن و سنت کو آئینی اور دستوری طور پر حتمی اور قطعی درجہ حاصل ہے اور ہر کوئی اس کا پابند ہے بلکہ قرآن و سنت کی حیثیت، ریاستی دستور سے بالاتر ہوتی ہے۔

ہوس اقتدار اور آمریت پر مبنی نظام حکومت، انجام کار تباہی کا باعث ہوتا ہے۔ جب کہ قرآن و سنت کے احکام پر مبنی سیاسی اور دستوری ضابطہ ہی اجتماعی بہتری اور قومی صلاح و فلاح کا ضامن ہے۔ اگر قومی سطح پر سیاسی زندگی کی اصلاح قرآنی لائحہ عمل اور اسلامی سیاسی و دستوری ضابطے کے مطابق کی جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ قومی زندگی شاندار سیاسی کامیابی سے ہمکنار نہ ہو۔

کارکنان کے فرائض منصبی

ریاست کے سربراہ اور حکمران کی طرح ہر

ادارے کا ایک سربراہ اور ادارتی نظام کو چلانے کے لیے حکام و عمّال کا ایک تنظیمی ڈھانچہ ہوتا ہے۔ ادارہ میں کام کرنے والوں کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ درج ذیل نکات کو سمجھیں اور ان کے مطابق اپنے امور کو سرانجام دیں۔ ان نکات کا ایک معتمد کارکن کے لیے بخوبی سمجھنا اور ان کے مطابق عمل کرنا ضروری ہوتا ہے۔ مقصد اور غایت کے حصول کے لیے مشترکہ جدوجُہد کے دوران درج ذیل امور کو جاننا اور ان پر عمل لازم ہے:

۱۔ ذمہ داری اور اس کا قوی احساس
۲۔ ذمہ داری اٹھانے کی اہلیت (capability)
۳۔ امانت (trust) ۴۔ دیانت (Honesty)
۵۔ ادارہ کے قیام کی غرض و غایت کا فہم اور سمجھ
۶۔ مقصد کی تکمیل کے لیے کام کرنے کی لگن، جذبہ اور شوق
۷۔ اجتماعی عدل کا فہم ۸۔ تنظیم سازی
۹۔ منتخب عملہ کے پسندیدہ اوصاف اور ناپسندیدہ مواصفات (negative attitudes) سے احتراز
۱۰۔ تنظیمی و انتظامی ناظمین اور کارکنان کی تعمیر شخصیت اور مناسب تربیت کا اہتمام
۱۱۔ تفویض اختیارات (Authority)
۱۲۔ ذمہ داران کی کارکردگی کی جانچ پڑتال
۱۳۔ ذمہ داران کے اعزازیہ اور ترقی کا باقاعدہ طریق کار
۱۴۔ حقوق و اختیارات اور اس کے منابع
۱۵۔ دعوت و ترغیب (invitation and motivation)
۱۶۔ دعوت کا طریقہ کار اور داعی کی شخصیت
۱۷۔ ترغیبی روّیہ، عمل اور کامیاب ترغیبی نظام
۱۸۔ موثر ابلاغ کاری (effective communication)
۱۹۔ انسانی نفسیات اور انسانی ضرورتوں کا ادراک
۲۰۔ سینئرز کی شخصیت، تجربہ اور مہارت سے فائدہ اٹھانا
۲۱۔ ذاتی روّیوں (behaviours) کا تجزیہ
۲۲۔ اپنے ساتھ کام کرنے والے دعوتی احباب کے روّیوں اور مہارت کی تشخیص اور ان کی تربیت
۲۳۔ شفافیت فکر (clear thinking)
۲۴۔ ادارہ کی ترقی کے لیے ہمہ وقت سوچنا اور پوری مستعدی سے اصلاحات پر عمل کرنا
۲۵۔ ریفریشر کورسز اور توسیعی لیکچرز
۲۶۔ ذاتی اور تنظیمی کردار کی نشوونما
۲۷۔ قیادت (leadership) کی اہمیت و ضرورت
۲۸۔ رہبر اور راہنما بننا اور حاکم بننے سے گریز، (To be a leader and not a Boss) راہ نما اور حاکم کا ماتحت عملہ سے تخاطب کے وقت لب و لہجہ کا فرق یہ ہوتا ہے کہ حاکم کہتا ہے'' چلو'' اور راہنما کہتا ہے'' آؤ، چلیں'' ۲۹۔ اچھے منتظم کے اوصاف
۳۰۔ منظّم و مرّتب قیادت اور غیر منظّم و بے ترتیب اور وقتی قیادت میں فرق
۳۱۔ مسائل سے نبرد آزما ہونا ۳۲۔ اتفاق رائے کی برکات
۳۳۔ منظّم اجلاس کی خوبیاں
۳۴۔ اجلاس کو بہتر بنانے کے طریقے
۳۵۔ کامیاب مذاکرات، مفید گفت و شنید
۳۶۔ تنظیم سازی کے بنیادی عناصر و راہ نما اصول
۳۷۔ تحریکیت پیدا کرنے کے خاص اعمال
۳۸۔ منصوبہ سازی و حکمت عملی، نفاذ کا طریقہ
۳۹۔ ادارہ میں سیاست کاری سے پرہیز
۴۰۔ بے جا طاقت و قوت کے مظاہرے سے احتراز
۴۱۔ ذاتی محاسبہ
۴۲۔ مخاطبین کے ساتھ موثر گفتگو کے طریقے
۴۳۔ بدحواسی اور گھبراہٹ پر قابو حاصل کرنے کے طریقے

۴۴۔ درپیش مسائل کا حل اور موثر فیصلہ کاری
۴۵۔ اخراجات پر کڑی نظر، بے جا اسراف سے احتراز اور آمدن کے ذرائع بڑھانے پر توجہ
۴۶۔ٹیم بلڈنگ کی تشکیل کے طریقے
۴۷۔ مسائل کی بروقت نشاندہی اور ان کا معقول حل
۴۸۔ ذاتی رنجشوں سے ادارہ کو محفوظ رکھنا
۴۹۔ نظام الاوقات کی پابندی کرنا
۵۰۔دورہ جات کی اہمیت اور ضرورت
۵۱۔ دورہ جات کی رپورٹس پر کاروائی اور منصوبوں میں وقت اور حالات کے ساتھ تغیر و تبدّل کی اہمیت
۵۲۔ اچھی رپورٹنگ کی اہمیت اور ضرورت
۵۳۔ معاشرتی ذمہ داریوں کا احساس اور معاشرتی احتساب
۵۴۔ اخلاقیات (ethics and manners) کی اہمیت، اسلامی ادارہ کے کارکنوں کا خصوصی اخلاق
۵۵۔ بدعنوانی کے معمولی الزامات کے بھی سنگین اثرات کا شدید احساس
۵۶۔ ضابطہ اخلاق اور اس کا باقاعدہ مطالعہ (check list of behavioural- norms)

یہ سب اعمال و افعال ادارہ میں کسی بھی تنظیمی اور انتظامی سطح پر کام کرنے والے قائدین، ناظمین اور معتمد کارکنوں کے لیے لازم اور ادارتی نظام کو کامیابی سے چلانے کے ضامن ہوتے ہیں۔

انسانی تاریخ کی ابتداء سے لے کر موجودہ دور تک ادارہ (institute) اور ادارتی فکر (institutional thought) کا بنی نوع انسان سے گہرا تعلق رہا ہے۔ تاریخ کے ہر دور میں تحریری یا غیر تحریری شکل میں ادارتی نظام کا مقصد انسان کو نظم و ضبط کی زندگی بسر کرنے کا خوگر بنانا ہے۔ اگر ہم درج بالا امور کو ذہن میں رکھیں گے تو ادارہ کے قیام کے مقاصد کے حصول اور اپنے فرائض منصبی کی احسن انداز میں تکمیل کو ہر صورت ممکن بنا سکتے ہیں۔

❁❁❁❁❁

اظہار تعزیت

گذشتہ ماہ محترم محمد اشفاق انجم (کمپیوٹر آپریٹر مجلّہ آفس) کے چچا محترم عبدالغفور (چونگی امر سدھو۔ لاہور)، محترم محمد طیب ضیاء (مرکزی سیکرٹری کوآرڈینیشن TMQ) کی خالہ جان (نارووال)، محترم ظہیر احمد قریشی (سابقہ ضلع صدر PAT سیالکوٹ)، محترم ملک محمد آصف اعوان (سابق نائب امیر تحریک سیالکوٹ)، محترم حاجی مراد علی (انچارج سیل سنٹر سیالکوٹ)، محترم علی رضا (جنرل سیکرٹری MQI ملائیشیا) کے دادا، محترم حکیم میاں محمد ارشد تقی (کولو تارڑ حافظ آباد)، محترم مہر خادم حسین (کولو تارڑ حافظ آباد) کے بھائی محترم محمد اشرف، محترم ظفر اقبال زاہد (امیر تحریک ملائیشیا) کے والد محترم (سیالکوٹ)، محترم ڈاکٹر اعجاز عباسی (صدر TMQ، PP-6A راولپنڈی) کے سسر، محترم حاجی عبدالرشید (صدر MQI کویت) کی ہمشیرہ کی ساس، محترم منور حسین کی بھابھی و محترم شاہد حسین (لیہ) کی اہلیہ اور محترم محمد حنیف شاہد (پچنند تلہ گنگ) قضائے الٰہی سے انتقال فرما گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرکزی سیکرٹریٹ اور گوشہ درود میں موجود احباب نے جملہ مرحومین کی مغفرت و بخشش کے لئے خصوصی دعا کی۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کے درجات بلند فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل اور اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

اجلاس فیڈرل کونسل پاکستان عوامی تحریک

پاکستان عوامی تحریک کی فیڈرل کونسل کا خصوصی اجلاس 29 جولائی 2016ء کو مرکزی سیکرٹریٹ میں منعقد ہوا۔ جس میں سیکرٹری جنرل PAT محترم خرم نواز گنڈاپور، محترم خواجہ عامر فرید کوریجہ، محترم فیاض وڑائچ، محترم بریگیڈیئر (ر) محمد مشتاق، محترم مخدوم ندیم ہاشمی، محترم خالد درانی، محترم بختیار احمد، محترم عطا بگٹی، محترم حاجی ظہور احمد چاروں صوبوں سے تعلق رکھنے والے کور کمیٹی کے ممبران، ضلعی صدور و جنرل سیکرٹریز اور شعبہ خواتین، یوتھ لیگ، علماء کونسل، عوامی لائرز ونگ، اور مصطفوی سٹوڈنٹس موومنٹ کے مرکزی قائدین اور پاکستان بھر سے اس فورم کے معزز ممبران نے خصوصی شرکت کی۔

محترم خرم نواز گنڈاپور نے معزز ممبران فیڈرل کونسل کو خوش آمدید کہا اور استقبالیہ کلمات پیش کرتے ہوئے اجلاس کے اغراض و مقاصد بیان کئے۔ بعد ازاں مرکزی قائدین نے سانحہ ماڈل ٹاؤن اور حالات حاضرہ پر اظہار خیال کیا۔

قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے اس اجلاس میں خصوصی شرکت کی۔ ممبران مجلس سے اظہار خیال کرتے ہوئے قائد انقلاب نے فرمایا کہ سانحہ ماڈل ٹاؤن کو 2 سال گزر گئے انصاف ملنا دور کی بات انصاف کی طرف پیش رفت بھی نہیں ہوسکی۔ ملک نازک دور سے گزر رہا ہے۔ یہ فیصلوں کی گھڑی ہے، خاموشی کے بھیانک نتائج نکلیں گے۔ اپوزیشن آج ملک بچانے اور انصاف کے بول بالا کیلئے جو کردار ادا کرے گی وہ تاریخ کا حصہ بنے گا۔ عوام کو بھی اپنی قومی ذمہ داریاں پوری کرنا ہونگی۔ گھر کی دہلیز پر بیٹھ کر آنسو بہانے اور آہ وزاری کرنے سے حالات نہیں بدلیں گے۔ ہم پر مسلط ٹولہ انتہائی عیار، مکار، قارونی دولت اور فرعونی طاقت کا حامل ہے۔ اس وقت تک ہمارے حالات کوئی نہیں بدلے گا جب تک ہم خود اپنے حالات کو بدلنے کیلئے جدوجہد نہیں کرینگے۔

اجلاس میں درج ذیل قراردادیں پیش کی گئیں:

۱۔ اجلاس میں فیڈرل کونسل کے ممبران نے سانحہ ماڈل ٹاؤن کے انصاف کیلئے قائد انقلاب کو حکومت کے خلاف تحریک قصاص چلانے اور اس کے تمام فیصلہ جات کرنے کا اختیار دیا۔ قرارداد میں کہا گیا ہے کہ سانحہ ماڈل ٹاؤن کی ایف آئی آر درج کروانے میں مدد کرنے والے آرمی چیف انصاف بھی دلوائیں۔ قرار داد میں قائد انقلاب کو بقیہ اپوزیشن جماعتوں کے ساتھ مل کر احتجاجی تحریک کی تاریخ اور طریقہ کار طے کرنے سے متعلق مکمل اختیار دیا گیا۔

۲۔ قائد انقلاب نے کامیاب آپریشن ضرب عضب پر آرمی چیف کو ''مرد آہن'' کا لقب دیا اور کہا کہ دہشتگردی اور کرپشن کے گٹھ جوڑ کو توڑنے کے حوالے سے انکے موقف اور ارادے کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اب ٹھوس اقدامات اٹھانے کا وقت آ گیا ہے۔

۳۔ فیڈرل کونسل کے اجلاس میں مقبوضہ کشمیر میں ہونے والے مظالم اور حکمرانوں کے منافقانہ طرزعمل کی مذمت کی گئی۔

۴۔ اجلاس میں مہنگائی اور لوڈشیڈنگ میں اضافہ کی مذمت کی گئی۔ بے تحاشا غیر ملکی قرضے لینے، سوئس بینکوں میں پڑے کالے دھن کو واپس لانے میں دانستہ گریز، میگا مالی سکینڈل اور کھربوں روپے کے قرضے معاف کرانے کے قومی جرائم پر ملکی اداروں کی طرف سے خاموشی پر گہری تشویش کا اظہار کیا گیا۔

۵۔ اجلاس میں پنجاب میں لاء اینڈ آرڈر کی بدترین صورتحال، پولیس کے دہشتگردانہ رویے اور بچوں کے اغواء کے ہوشربا کیسز پر بھی تشویش کا اظہار کیا گیا۔

۶۔ اجلاس میں ایک قرارداد کے ذریعے کسانوں، کلرکوں، اساتذہ اور نرسز کے مطالبات کی حمایت کی گئی۔ ☆☆

قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی زیر صدارت اپوزیشن کا قومی مشاورتی اجلاس

پاکستان عوامی تحریک کے زیر اہتمام 31 جولائی 2016ء کو مرکزی سیکرٹریٹ تحریک پر پاکستان بھر کی 25 اپوزیشن جماعتوں کا مشترکہ قومی مشاورتی اجلاس قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی زیر صدارت منعقد ہوا۔

اجلاس میں پیپلز پارٹی کی طرف سے محترم سردار لطیف کھوسہ، محترم میاں منظور وٹو، سربراہ عوامی مسلم لیگ محترم شیخ رشید، تحریک انصاف کی طرف سے محترم میاں محمود الرشید، محترم مراد راس، محترم میاں اسلم اقبال، ق لیگ کی طرف سے محترم کامل علی آغا، محترم بشیر چیمہ، محترم میاں منیر، محترم راجہ بشارت، محترم چوہدری ظہیر الدین، سنی اتحاد کونسل کی طرف محترم صاحبزادہ حامد رضا، جمیعت علمائے پاکستان نورانی گروپ کی طرف سے محترم صاحبزادہ ابوالخیر زبیر، ایم کیو ایم سے محترم منیر احمد، قاری محترم افتخار، محترم علی عباس، مجلس وحدت المسلمین کی طرف سے محترم ناصر شیرازی، محترم اسد عباس نقوی، محترم سید احمد اقبال رضوی، جماعت اسلامی کی طرف سے محترم حافظ ساجد انور، محترم مولانا محمد غیاث، عوامی مسیحی پارٹی کی طرف سے محترم جے سالک، عوام لیگ کی طرف سے محترم ریاض فتیانہ، جمیعت علمائے پاکستان نیازی گروپ کی طرف محترم پیر سید معصوم حسین نقوی، تحریک ہزارہ کی طرف سے محترم سلطان العارفین مجددی، سندھ ترقی پسند پارٹی کی طرف سے محترم گلزار محمد سومرو، پاک سرزمین پارٹی کی طرف سے محترم رضا ہارون، محترم عثمان راٹھور، اے این پی، اے پی ایم ایل کے وفود، محترم رانا جاوید اقبال، محترم ڈاکٹر پرویز اقبال، محترم محمد خان لغاری، محترم امجد گولڈن، محترم محمد اسلم، عوامی تحریک کے رہنماؤں محترم خرم نواز گنڈاپور، محترم خواجہ عامر فرید کوریجہ، محترم بشارت جسپال، محترم فیاض وڑائچ، محترم مطلوب احمد وڑائچ و دیگر رہنماؤں اور ونگز کے مرکزی صدور نے شرکت کی۔

اس اجلاس میں حکومت کے خلاف سانحہ ماڈل ٹاؤن کے قصاص اور پانامہ لیکس کی تحقیقات کیلئے 6 اگست سے ملک گیر احتجاجی تحریک چلانے کا اعلان کیا گیا۔ یہ اعلان قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے اپوزیشن جماعتوں کے قومی مشاورتی اجلاس کے بعد کیا، جس کی تمام جماعتوں نے تائید کی۔ حکومت کے خلاف متفقہ احتجاجی تحریک چلانے کیلئے قومی ایکشن کمیٹی بھی تشکیل دی گئی ہے جس کے رابطہ انچارج محترم شیخ رشید احمد کو مقرر کیا گیا۔

☆ اس موقع پر قائد انقلاب نے اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا کہ اگست سے شروع ہونے والی تحریک قصاص پر اپوزیشن کی تمام جماعتیں متفق ہیں اور مل کر اس جدوجہد کو جاری رکھنے کا عزم کیا گیا ہے۔ اس تحریک میں ملک بھر میں احتجاجی جلسے، ریلیاں اور علامتی دھرنے ہوں گے۔ احتجاج کے دوسرے اور تیسرے مرحلے کا اعلان جوائنٹ ایکشن کمیٹی کی مشاورت سے ہوگا۔ سانحہ ماڈل ٹاؤن کے قاتلوں اور قومی خزانے کے ڈاکوؤں کے خلاف اپوزیشن کی یہ مشترکہ تحریک کامیابی سے ہمکنار ہوگی۔ شریف برادران کرپشن کے ڈویلپر ہیں ان کا کوئی نظریہ اور آئیڈیالوجی نہیں ہے۔ آل شریف کے اقتدار کے خاتمے کیلئے تمام اپوزیشن کو متحد ہونا ہوگا۔

☆ محترم سردار لطیف احمد کھوسہ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ماڈل ٹاؤن میں جو ظلم ہوا اسکی مثال ہلاکو اور چنگیز سے بھی نہیں ملتی۔ عوامی تحریک کے احتجاج کی حمایت کرتے ہیں بالخصوص سانحہ ماڈل ٹاؤن کا انصاف ہونا چاہیے۔

☆ محترم شیخ رشید نے کہا کہ اس جوائنٹ تحریک کے ضرور نتائج نکلیں گے۔ حکومت سے مذاکرات کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ 2016ء میں شریف حکومت سے جان نہ چھوٹی تو پھر سمجھ لیں یہ اللہ کا عذاب ہے اور اللہ اس قوم سے ناراض ہے۔

☆ محترم صاحبزادہ حامد رضا نے کہا کہ پہلے بھی ڈاکٹر طاہرالقادری صاحب کے ساتھ تھے اب بھی ان کے ساتھ ہیں۔ ماڈل ٹاؤن کے قاتلوں کی پھانسی کا منظر بھی اکٹھے دیکھیں گے۔

☆ محترم کامل علی آغا نے کہا کہ ہم نے ہمیشہ سانحہ ماڈل ٹاؤن کے خلاف عوامی تحریک کا ساتھ دیا اور دیتے رہیں گے۔ فیصلہ کن تحریک کیلئے سربراہان کو ایک میز پر بیٹھنا ہوگا۔

☆ جمیعت علمائے پاکستان کے مرکزی صدر محترم ابو الخیر زبیر نے سانحہ ماڈل ٹاؤن پر اپنی غیر مشروط حمایت کا اعلان کیا اور مطالبہ کیا کہ شہداء کو انصاف دیا جائے۔

☆ محترم رضا ہارون (پاک سرزمین پارٹی) نے سانحہ ماڈل ٹاؤن کے انصاف کے حوالے سے اپنی حمایت کا اعلان کیا۔

اعلامیہ قومی مشاورتی اجلاس

اجلاس کے اختتام پر درج ذیل اعلامیہ جاری کیا گیا:

آج کے قومی مشاورتی اجلاس میں اتفاق رائے سے فیصلہ کیا گیا کہ پانامہ لیکس سے مترشح کرپشن کی تحقیقات دہشتگردی، ناانصافی، لاقانونیت کے خاتمے اور عوام کے بنیادی حقوق کے تحفظ کے لئے ایک جوائنٹ ایکشن کمیٹی تشکیل دی جاتی ہے جو آئندہ کے متفقہ لائحہ عمل کو مشاورت کے ساتھ طے کرے گی اور مشترکہ جدوجہد بروئے کار لائے گی۔

۱۔ تمام جماعتوں نے سانحہ ماڈل ٹاؤن کے انصاف اور قصاص کی حمایت کی ہے اور مطالبہ کیا ہے کہ جوڈیشل کمیشن کی رپورٹ شائع کی جائے اور نامزد ملزمان سے قانون کے مطابق تفتیش کرکے انہیں قرار واقعی سزا دی جائے۔ شرکاء اجلاس نے 6 اگست سے شروع ہونے والے عوامی تحریک کے احتجاج کی حمایت کی ہے۔

۲۔ کانفرنس کے شرکاء نے ملک میں جاری کرپشن اور اداروں کی غیر فعالیت پر گہری تشویش کا اظہار کیا ہے اور اپوزیشن کے متفقہ ٹی او آرز کی روشنی میں وزیراعظم اور ان کے خاندان سے تحقیقات کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔

۳۔ مقبوضہ کشمیر میں بھارتی افواج کی طرف سے انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزیوں کی شدید مذمت کی جاتی ہے۔ شرکاء نے مقبوضہ کشمیر میں ہونے والے مظالم پر حکومت کے منافقانہ طرز عمل پر گہری تشویش اور غم وغصہ کا اظہار کیا ہے۔ حکومت کشمیر کے حوالے سے اپنی موجودہ پالیسی ترک کرے، مقبوضہ وادی میں ریاستی تشدد بند کروانے کے لئے عالمی سطح پر اپنا موثر کردار ادا کرے اور استصواب رائے کے لئے اقوام متحدہ کی قرار دادوں پر عمل کروایا جائے۔

۴۔ ملک بھر میں مذہبی، سیاسی، مسلکی، لسانی و نسلی بنیادوں پر ٹارگٹ کلنگ اور قتل و غارت گری کی شدید الفاظ میں مذمت کی جاتی ہے۔

۵۔ آج کی کانفرنس آپریشن ضرب عضب کو کامیابی کے ساتھ جاری رکھنے پر افواج پاکستان، افسران، جوانوں کو خراج تحسین پیش کرتی ہے، بالخصوص دہشتگردی کے خاتمے کی اس قومی جنگ میں افسروں، جوانوں اور ہزاروں کی تعداد میں دہشتگردی کا نشانہ بننے والے شہریوں کی قربانیوں کو سلام پیش کرتی ہے۔ آپریشن ضرب عضب کی مکمل کامیابی کے لئے قومی ایکشن پلان پر اس کی حقیقی روح کے مطابق بلا امتیاز عملدرآمد کروایا جائے۔ پنجاب میں آپریشن کا آغاز کیا جائے۔

۶۔ جملہ شرکائے اجلاس لوڈشیڈنگ، مہنگائی اور بے روزگاری میں اضافہ روکنے میں حکومت کی ناکامی اور غیر سنجیدہ رویے کی شدید الفاظ میں مذمت کرتے ہیں بالخصوص پنجاب میں ہر روز لاء اینڈ آرڈر کی بگڑتی صورتحال اور دیگر جرائم جن میں چوریوں، ڈکیتیوں، سٹریٹ کرائم میں اضافہ اور بچوں، بچیوں کے اغوا کی وارداتوں پر تشویش کا اظہار کرتے ہیں۔

۷۔ اقتصادی راہداری کے حوالے سے چھوٹے صوبوں کے تحفظات کا ازالہ کیا جائے۔

۸۔ معیشت کے لئے لائف لائن کسانوں کا معاشی قتل عام بند کیا جائے۔ ❁❁❁❁❁

شہدائے ماڈل ٹاؤن کے انصاف کے لئے

تحریکِ قصاص واحتساب کا آغاز

ملک گیر احتجاجی مظاہرے اور دھرنے

سانحہ ماڈل ٹاؤن کو آج 2 سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہے۔ اگست 2014ء میں 70 دنوں کے طویل دھرنے کے بعد آرمی چیف کے حکم پر FIR کاٹی گئی اور ساتھ ہی آرمی چیف نے انصاف دلوانے کی بھی یقین دہانی کروائی کہ جلد ہی قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے گا۔ اس کے باوجود 14 شہید اور 100 زخمیوں کے قاتلوں میں سے کسی ایک کو بھی گرفتار نہ کیا گیا۔ پاکستان عوامی تحریک اس سانحہ میں انصاف کے لئے گذشتہ 2 سال سے آئینی و قانونی دائرے میں رہتے ہوئے احتجاج کررہی ہے۔ 70 دن کا دھرنا، کراچی سے خیبر تک شہر بہ شہر احتجاجی مظاہرے یہاں تک کہ انصاف کے لئے قانون کا دروازہ بھی کھٹکھٹایا، لوئر کورٹ سے لے کر ہائی کورٹ تک ہر جگہ انصاف کے لئے گئے مگر تا حال تمام قانونی ادارے بھی انصاف دلانے میں بے بس نظر آ رہے ہیں۔

2 سال کی انتھک محنت اور آئینی و قانونی تقاضوں کو پورا کرنے کے بعد پاکستان عوامی تحریک نے 31 جولائی 2016ء کو آل پارٹیز قومی مشاورتی کانفرنس بلوائی جس میں 25 سے زائد اپوزیشن جماعتوں نے شرکت کی۔ اس کانفرنس میں سانحہ ماڈل ٹاؤن کے انصاف کے لئے تمام جماعتوں نے مل کر چلنے اور قاتلوں کو کیفر کردار پہنچانے تک پاکستان عوامی تحریک اور قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا ساتھ دینے کا عہد کیا۔ اس قومی مشاورتی اجلاس میں ماہ اگست میں پہلے مرحلے کے طور پر شہر بہ شہر ایک بار پھر بھرپور طریقے سے احتجاجی مظاہرے کرنے اور تحریک قصاص و احتساب چلانے کا اعلان کیا گیا۔

تحریک قصاص و احتساب کے پہلے مرحلے میں 6 اگست 2016ء کو لاہور، اسلام آباد، گوجرانوالہ، فیصل آباد اور کراچی میں احتجاجی ریلیاں و دھرنے منعقد ہوئے۔ ان احتجاجی مارچ اور دھرنوں میں پیپلز پارٹی، تحریک انصاف، مجلس وحدت المسلمین، مسلم لیگ قائداعظم، آل پاکستان مسلم لیگ، عوامی مسلم لیگ، سنی اتحاد کونسل، جمعیت العلمائے پاکستان، جماعت اسلامی اور دیگر سیاسی و سماجی جماعتوں کے قائدین و کارکنان نے شرکت کی اور سانحہ ماڈل ٹاؤن کے انصاف اور قصاص کیلئے عوامی تحریک اور قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے مطالبہ کی حمایت کی۔ ان پروگرامز کی رپورٹس نذر قارئین ہے:

1۔ لاہور

6 اگست 2016ء کو ''تحریک قصاص و احتساب'' کے سلسلہ میں مال روڈ پر مسجد شہداء سے لے کر اسمبلی ہال تک پاکستان عوامی تحریک لاہور کے زیر اہتمام سیکرٹری جنرل PAT محترم خرم نواز گنڈا پور کی زیر قیادت احتجاجی ریلی اور

دھرنا منعقد ہوا۔ جس میں محترم احمد نواز انجم، محترم فیاض وڑائچ اور TMQ اور PAT کی مرکزی و ضلعی قیادت نے خصوصی شرکت کی۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض محترم جواد حامد نے سرانجام دیئے۔

☆ TMQ لاہور کے ناظم محترم اشتیاق حنیف مغل اور محترم چوہدری محمد افضل (صدر PAT لاہور) نے استقبالیہ کلمات ادا کرتے ہوئے اس ریلی و دھرنے میں تشریف لانے والے زندہ دلان لاہور کے شہری، PAT کے کارکنان اور پاکستان پیپلز پارٹی، تحریک انصاف، سنی اتحاد کونسل، مجلس وحدت المسلمین، جمیعت العلمائے پاکستان، جماعت اسلامی، پاکستان مسلم لیگ (قائداعظم)، عوامی مسلم لیگ، آل پاکستان مسلم لیگ، مسیحی برادری اور دیگر جماعتوں کے سربراہان کو خوش آمدید کہا۔

☆ محترم مظہر محمود علوی (صدر PAT یوتھ ونگ) نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ جس تحریک کا آغاز 25 سیاسی جماعتوں نے مل کر شروع کیا۔ یہ تحریک قصاص ان شاء اللہ احتساب کا راستہ کھولے گی، انقلاب کا راستہ ہموار کرے گی، اصل قاتلوں تک پہنچے گی اور ان کی پھانسی تک جاری رہے گی۔ ہم نے 2 سال سے زائد عرصہ تک قانونی جنگ لڑی۔ ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ تمام اداروں کے سربراہان ان کے زرخرید غلام ہیں۔ اب مطالبہ سپہ سالار سے ہے کہ 70 دن کے دھرنے کے بعد جنرل راحیل شریف صاحب آپ کے حکم پر FiR کٹی تھی، آپ نے انصاف دلوانے کا وعدہ کیا تھا۔ اب اس وعدے کو نبھائیے۔ ہمارا مطالبہ قصاص اور خون کا بدلہ خون ہے۔

☆ محترمہ عائشہ شبیر (PAT ویمن لیگ) نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ آج کے احتجاج نے ثابت کر دیا کہ سانحہ ماڈل ٹاؤن میں ہماری شہید بہنوں کا قصاص صرف PAT کا ہی نہیں بلکہ ہر شہری کا مطالبہ ہے۔ 17 جون 2014ء کو ہم نے ماؤں کی بے بسی دیکھی، بہنوں کے سہاگ اجڑتے دیکھے، بچوں کو یتیم ہوتے دیکھا، بے رحم ظلم دیکھا، نوجوانوں کو بکھرتا دیکھا۔ اس دن لٹتا پاکستان دیکھا، بکتا قانون دیکھا، آئین پاکستان کی بے حرمتی دیکھی۔ 17 جون کو اس زمین پر بے گناہوں کا خون بکھرا تھا۔ اس ظالمانہ حکومتی اقدامات کے خلاف آج ہم نفرت کا اظہار کر رہے ہیں۔ ہم انصاف کے داعی سپہ سالار اعظم سے مطالبہ کرتی ہیں کہ انہوں نے FiR تو کٹوادی مگر آج ہماری عورتوں کے خون آپ سے پوچھتے ہیں کہ ہمیں انصاف کب دلائیں گے؟

☆ محترم عمیر خاں (جماعت اسلامی) نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ آج جماعت اسلامی کا ایک ایک فرد اور قائد انصاف کے حصول اور شہداء کے خون کے حساب کے لئے آپ کے ساتھ ہے۔ یہ حکمران جائیں گے، ان کا جانا لکھا جا چکا ہے، اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم اکٹھے ہو کر نکلیں۔

☆ محترم میاں محمود الرشید (اپوزیشن لیڈر پنجاب اسمبلی) نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ 17 جون 2014ء کو ماڈل ٹاؤن میں حکمرانوں نے جو خون کی ہولی کھیلی اس کی مثال مہذب دنیا میں نہیں ملتی۔ پاکستان کی 70 سالہ تاریخ میں کبھی نہتے نوجوانوں اور خواتین پر اس طرح درندگی کا مظاہرہ نہیں کیا گیا جس طرح 2014ء میں کیا گیا۔ میں حکمرانوں کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ تمہارے دن گنے جا چکے ہیں۔ تم یہ سمجھتے ہو کہ تم نے خون کیا اور تم بچ جاؤ گے، اس طرح تاریخ میں کبھی نہیں ہوا۔ انہیں قصاص کے ذریعے کیفر کردار تک پہنچنا ہوگا۔ اگر تم قصاص اور احتساب کے لئے خود کو پیش نہیں کرتے تو پوری قوم تمہارے خلاف کھڑی رہے گی۔ جب تک شہداء کو انصاف نہیں ملتا ہم PAT کے ساتھ ہیں۔

☆ محترم میاں جاوید (پاکستان عوامی مسلم لیگ) نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ آج مل کر ان قاتل حکمرانوں کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ ان کو اس بربریت کا حساب دینا ہوگا۔ حکمرانوں کی بادشاہت اور کرپشن کے دن گنے جا چکے ہیں۔ ہمارا ایک

ایک کارکن PAT کے ساتھ کھڑا ہے۔ ہم اس وقت تک PAT کے ساتھ رہیں گے جب تک بے گناہوں کو انصاف نہیں مل جاتا۔ ان حکمرانوں نے بہت اندھیر نگری کرلی ہے اب ان کو اس کا حساب دینا ہوگا۔ یہ حکمران لاتوں کے بھوت ہیں، باتوں سے نہیں مانیں گے یہ ان شاء اللہ بہت جلد لٹکتے نظر آئیں گے۔

☆ محترم کامل علی آغا (PML-Q) نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ آج سانحہ ماڈل ٹاؤن کو 2 سال 2 ماہ گزر گئے ہیں۔ سانحہ ماڈل ٹاؤن کے شہداء آج تک انصاف مانگ رہے ہیں۔ انصاف دینے والے اداروں میں خاموشی چھائی ہوئی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ قاتل حکمران خود ہیں۔ آج ہم نکل آئے ہیں ہم نے اس وقت تک پیچھے نہیں ہٹنا جب تک انصاف نہیں مل جاتا۔ شہیدوں کا خون رنگ لاکر رہے گا اور ان کو انصاف مل کر رہے گا۔ آپ نے جو 2 سال جدوجہد کی ہے اس کے نتیجے میں یہ قاتل حکمران کیفر کردار تک پہنچیں گے۔ ان شاء اللہ یہ جلد تختہ دار تک پہنچیں گے۔ یہ ان لوگوں کے قاتل ہیں جو گوشہ درود میں درود شریف پڑھ رہے تھے۔ جب تک شہداء کو انصاف نہیں مل جاتا PML-Q آپ کے ساتھ رہے گی۔

☆ محترم شعیب صدیقی MPA (راہنما PTI لاہور) اور محترم عرفان حسن ایڈووکیٹ (PTi) نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ آج PAT کے شہداء کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ ان ظالموں کو جلد کیفر کردار تک پہنچایا جائے گا۔ باقر نجفی کی رپورٹ کو جلد عوام کے سامنے ظاہر کیا جائے۔ جب تک قاتل پھانسی تک نہیں پہنچیں گے، جب تک باقر نجفی کی رپورٹ منظر عام پر نہیں آتی ہم ان شہداء کے انصاف کے لئے آواز بلند کرتے رہیں گے۔ سپہ سالارِ اعظم کے کہنے پر FIR کاٹی گئی اب انصاف دلوانے کے لئے بھی وہ اپنا کردار ادا کریں۔

☆ محترم خرم نواز گنڈا پور (جنرل سیکرٹری PAT) نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ آج کا دن اس بات کا شاہد ہے کہ سانحہ ماڈل ٹاؤن کے اوپر تمام جماعتوں نے PAT کے موقف کی مکمل حمایت اور آئندہ کے لائحہ عمل میں ہمارے ساتھ کھڑے رہنے اور تحریک میں بھرپور شرکت کا عہد کیا ہے۔ تمام جماعتوں کے قائدین و کارکن اور اپوزیشن ان جابر و ظالم حکمرانوں کے خلاف متحد ہیں۔ ان شاء اللہ یہ جدوجہد آگے لے کر جائیں گے۔ گو ہمارا سفر مشکل ہے ان حکمرانوں کو ہٹانا آسان بات نہیں ہے۔ مگر ڈاکٹر طاہرالقادری کا کارکن نہ ڈرتا ہے، نہ بکتا ہے اور نہ جھکتا ہے۔ ان شاء اللہ جب تک ان ظالم حکمرانوں کا خاتمہ نہیں ہوجاتا یہ تحریک چلتی رہے گی۔ انقلاب ہی ہماری منزل ومقصود ہے ہم اس سے کبھی پیچھے نہیں ہٹیں گے۔

☆ قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے لاہور مال روڈ پر عوامی تحریک کے زیراہتمام منعقدہ قصاص مارچ اور دھرنے سے ٹیلی فونک خطاب کرتے ہوئے کہا کہ

آج شہدائے ماڈل ٹاؤن کے خون کا قصاص لینے اور پانامہ لیکس کے کرپٹ کرداروں کو کیفر کردار تک پہنچانے کی تحریک کا باضابطہ آغاز کر دیا ہے۔ اب آل شریف کے اقتدار کا خاتمہ ہوگا۔ قوم کو فیصلہ کرنا ہوگا کہ انہیں ریاست پاکستان چاہیے یا سلطنت شریفیہ۔ بیوروکریسی پرائیوٹائز ہو چکی۔ نیب، ایف بی آر، پولیس اور دیگر ادارے آل شریف کی ذاتی ملکیت اور جاگیر بن چکے۔ میں دکھی دل سے کہہ رہا ہوں اس نظام میں آئین و قانون کا چیک اینڈ بیلنس ختم ہوگیا۔ انصاف نام کی کوئی چیز نہیں بچی۔ حکمران کاروبار کیلئے اقتدار میں ہیں۔ یہ ملک کے وفادار ہیں اور نہ انہیں ملکی سلامتی سے کوئی غرض ہے۔ شریف برادران کے جابرانہ اور ظالمانہ اقتدار میں ہٹلر دور کی یادوں کو تازہ کر دیا۔ یہ اپنی شخصی اقتدار کو مضبوط کرنے کیلئے آئین اور قوانین میں ترامیم لاتے ہیں۔

تحریک قصاص کے اعلان کے بعد وزیر اعظم نے ترقیاتی فنڈز کے نام پر ایم این اے، ایم پی ایز پر قومی خزانے نے سے سیاسی رشوت کے دروازے کھول دیئے اور ٹاک شوز میں ان کے خاندانی دفاع کرنے والے چھوٹی سطح کے عہدیداروں کو زیادہ سے زیادہ دفاع کرنے پر انعامات کے لالچ دیئے جا رہے ہیں۔ بے گناہوں کے قاتل آل شریف کے افراد سن لیں کہ انصاف بھی ہوگا، احتساب بھی ہوگا اور قصاص بھی۔ اب کوئی طاقت انہیں انکے انجامِ بد سے نہیں بچا سکے گی۔ سانحہ ماڈل ٹاؤن کا قصاص صرف عوامی تحریک کا مطالبہ نہیں ہے، اب اس مطالبہ میں تمام اپوزیشن جماعتیں اور عوامی حلقے بھی شامل ہو چکے ہیں۔ قاتل اور بزدل حکمران اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں کہ میری صرف ایک کال پر لاہور، کراچی، اسلام آباد، فیصل آباد اور گوجرانوالہ میں عوام کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر نے شرکت کی۔ یہ احتجاج کی ابتدا ہے۔ اب یہ قافلہ رکنے والا نہیں اب عوامی مواخذہ ہو کر رہے گا۔

2۔ اسلام آباد

پاکستان عوامی تحریک کی طرف سے اعلان کردہ 'تحریکِ قصاص و احتساب' کے تحت 6 اگست 2016ء کو اسلام آباد میں قصاص مارچ اور احتجاجی دھرنا منعقد ہوا، جن میں عوام کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔ اس احتجاجی مظاہرے میں عوامی مسلم لیگ کے سربراہ محترم شیخ رشید، پاکستان مسلم لیگ کے محترم راجہ محمد بشارت، محترم بریگیڈیر (ر) مشتاق احمد، محترم ابرار رضا ایڈووکیٹ، محترم راجہ منیر اعجاز، محترم مصطفیٰ خان اور میڈیا کوآرڈینیٹر محترم غلام علی خان سمیت مرد و خواتین کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔

☆ عوامی مسلم لیگ کے سربراہ محترم شیخ رشید نے کہا کہ ڈاکٹر طاہرالقادری ملک میں ظالموں کے خلاف حسینی کردار ادا کر رہے ہیں۔ عوامی مسلم لیگ سانحہ ماڈل ٹاؤن کے انصاف، ظلم کے خاتمے اور مظلوموں کی دادرسی کے لئے پاکستان عوامی تحریک کے ساتھ ہے۔ میری مائیں اور بہنیں گرمی کے موسم میں سڑک پر بیٹھ سکتی ہیں، سخت سردی میں بچوں کے ہمراہ دھرنا دے سکتی ہیں تو عوام اپنے حقوق کے لئے اور کرپٹ نظام کی تبدیلی کے لئے سڑکوں پر کیوں نہیں نکل سکتے؟ قوم کی تقدیر بدلنے کے لیے عوام کو سڑکوں پر نکلنا ہوگا۔

☆ مسلم لیگ ق کے مرکزی رہنما محترم محمد بشارت راجہ نے کہا کہ سانحہ ماڈل ٹاؤن کے شہداء کے انصاف ملنے تک مسلم لیگ (ق) ڈاکٹر محمد طاہرالقادری صاحب اور پاکستان عوامی تحریک کے شانہ بشانہ کھڑی ہے۔ عوامی تحریک کی اے پی سی میں 25 سیاسی و مذہبی جماعتون کی شرکت ڈاکٹر محمد طاہرالقادری صاحب پر اعتماد کا اظہار، حکومت پر عدم اعتماد اور سانحہ ماڈل ٹاؤن کے شہداء کے ساتھ مکمل اظہار یکجہتی ہے۔

☆ جمیعت علمائے پاکستان کے محترم پیر ناصر جمیل ہاشمی نے اپنے خطاب میں کہا کہ پاکستان عوامی تحریک کی ظلم و بربریت کے خلاف، جدوجہد بہت جلد اپنے انجام تک پہنچنے والی ہے۔ پاکستان عوامی تحریک کے کارکنوں کی قربانیاں ضرور رنگ لائیں گی، ظلم اور کرپشن کا خاتمہ ہوگا، غریب کو عزت ملے گی۔ موجودہ حکمران کرپشن کے ماہر اور کرپٹ ٹولے کے سربراہ ہیں۔ ملکی دولت کی بندر بانٹ اب مزید نہیں چلنے دیں گے۔

☆ پاکستان عوامی تحریک کے ڈپٹی سیکرٹری اطلاعات محترم عمر ریاض عباسی نے کہا کہ انصاف کے دروازے آخر کب تک بند رہیں گے؟ مقتولوں کے وارثین کو کب انصاف ملے گا؟ ہم انصاف اور قصاص تک چین سے نہیں بیٹھیں گے۔

☆ قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے احتجاجی مظاہرے کے شرکاء سے ٹیلی فونک خطاب کرتے ہوئے کہا کہ شہدائے ماڈل ٹاؤن کے قصاص کے لیے احتجاجی مظاہرے مظلوموں کو انصاف دلوانے کی یقین دہانی ہیں۔ شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثاء کو دو سال گزر جانے کے بعد بھی انصاف نہیں ملا اور موجودہ حکمرانوں کے ہوتے ہوئے اس کی توقع بھی نہیں ہے۔ انصاف کے دروازے بند ہونے کے بعد سڑکوں پر آنے پر مجبور ہوئے۔ احتجاج کا مقصد عوام اور انصاف کے اداروں کی توجہ حکمرانوں کی ظلم و بربریت پر مبذول کروانا ہے۔ظالم نظام اور کرپٹ حکومت کے خلاف جدوجہد میں پاکستان عوامی تحریک کے کارکنان نے جانوں کا نذرانہ پیش کیا ہے، ہم انصاف اور قصاص تک چین سے نہیں بیٹھیں گے۔

سانحہ ماڈل ٹاؤن اور پانامہ لیکس نے ان کا اصل چہرہ بے نقاب کیا ہے۔ ہم جمہوریت پر یقین رکھتے ہیں۔ جمہوریت کا مطلب انصاف، وسائل کی منصفانہ تقسیم اور کمزور کو طاقتور کے ظلم سے بچانا ہے۔ سانحہ ماڈل ٹاؤن کے قصاص اور ہمارے استغاثہ سے خوفزدہ حکمرانوں نے استغاثہ میں ججز کے اختیارات سلب کرنے کیلئے ضابطہ فوجداری میں مرضی کی ترامیم کا فیصلہ کیا ہے۔حکمران اپنے مذموم ارادوں میں ناکام ہوں گے۔ ملک کی ترقی کی راہ میں حائل رکاوٹ شریف خاندان کی کرپشن اور بادشاہ سلامت بننے کی حرص ہے۔حکمران اپنے معاشی جرائم اقتصادی راہداری منصوبے کے پیچھے چھپانا چاہتے ہیں۔

☆ پاکستان عوامی تحریک شمالی پنجاب کے صدر محترم بریگیڈیر (ر) مشتاق احمد اور محترم ابرار رضا ایڈووکیٹ نے شرکائے مارچ، آبپارہ مارکیٹ کے تاجران اور میڈیا کے نمائندوں کا شکریہ ادا کیا۔

3۔ گوجرانوالہ

پاکستان عوامی تحریک کی آغاز کردہ تحریکِ قصاص کے سلسلہ میں گوجرانوالہ میں لاری اڈا سے سیالکوٹی دروازہ تک 6، اگست کو تحریک قصاص ریلی نکالی گئی جس میں مرد، خواتین اور بچوں کی کثیر تعداد موجود تھی۔ ریلی کے شرکاء کے ہاتھوں میں کتبے اور بینرز موجود تھے جن پر "خون کا بدلہ خون ہے" کے نعرے درج تھے۔ ریلی میں پاکستان عوامی تحریک کے ساتھ قومی مشاورتی اجلاس میں شریک دیگر جملہ جماعتوں نے بھی شرکت کی۔ کارکنوں نے سیالکوٹی دروازہ پہنچ کر دھرنا دیا اور حکومت مخالف نعرے بازی کی۔ اس احتجاجی مظاہرے میں پاکستان پیپلز پارٹی، پاکستان تحریک انصاف، پاکستان مسلم لیگ (ق)، سنی اتحاد کونسل، جمیعت العلمائے پاکستان، جماعت اسلامی، مجلسِ وحدت المسلمین اور عوامی مسلم لیگ سمیت دیگر اپوزیشن جماعتوں کے راہنماؤں اور کارکنوں نے شرکت کی۔

دھرنے کی قیادت پاکستان عوامی تحریک کے مرکزی کوآرڈینیٹر محترم ساجد محمود بھٹی نے کی۔ قصاص مارچ اور دھرنے سے پاکستان عوامی تحریک کے مرکزی رہنما محترم محمد رفیق نجم، پاکستان پیپلز پارٹی کے محترم لالہ اسداللہ، پاکستان تحریک انصاف کے محترم ارقم خان، سنی اتحاد کونسل کے محترم الحاج سرفراز احمد تارڑ اور تجارتی تنظیموں کے سربراہان نے بھی خطابات کیے۔ مارچ میں محترم فاروق احمد لک، محترم عمران علی ایڈوکیٹ، محترم ڈاکٹر شفاعت علی، محترم راشد میر، محترم رضوان بزمی، محترم ملک علی رضا، محترم حاجی طارق، محترم خادم حسین انصاری، محترم عبدالرحمان بزمی، محترم رحیم رفعت، محترم اشفاق چوہان، محترم ملک عرفان اور محترم محسن شبیر سمیت خواتین وحضرات کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔

☆ محترم ساجد محمود بھٹی نے کہا کہ ڈاکٹر طاہرالقادری ملک میں ظالموں کے خلاف حسینی کردار ادا کر رہے ہیں۔ سانحہ ماڈل ٹاؤن کے انصاف، ظلم کے خاتمے، مظلوموں کی دادرسی کے لئے کوشاں رہیں گے۔ پاکستان عوامی تحریک کی ظلم و

بربریت کے خلاف جدوجہد قاتلوں کے انجام تک جاری رہے گی۔ آرمی چیف سانحہ کے ذمہ داران کی گرفتاری، جسٹس باقر نجفی کمیشن کی رپورٹ کی اشاعت اور مظلوموں کو انصاف کی فراہمی کے لیے اپنا کردار ادا کریں۔

☆ محترم انجینئر محمد رفیق نجم کہا کہ سانحہ ماڈل ٹاؤن میں حکمرانوں نے بیگناہوں کا ناحق قتل کیا ہے، شریف برادران اور ان کی غنڈہ پولیس نے بدترین ریاستی دہشت گردی کی مثال قائم کی ہے۔

☆ قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے قصاص مارچ اور دھرنے کے شرکاء سے ٹیلی فونک خطاب کرتے ہوئے کہا کہ شہدائے ماڈل ٹاؤن کے خون کے قصاص لینے اور پانامہ لیکس کے کرپٹ کرداروں کو کیفرکردار تک پہنچانے کی تحریک کا باضابطہ آغاز کر دیا گیا ہے، اب آلِ شریف کے اقتدار کا خاتمہ ہوگا۔ تمام ریاستی ادارے شریف خاندان کی ذاتی ملکیت اور جاگیر بن چکے ہیں۔ حکمرانوں کا اقتدار برائے کاروبار ہے۔ شریف برادران کے مظالم نے ہٹلر کی یاد تازہ کر دی ہے۔ تحریکِ قصاص و احتساب کے اعلان کے بعد حکومت نے کروڑوں روپے کی سیاسی رشوتوں کے دروازے کھول دیے ہیں۔ شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثاء کو دو سال گزر جانے کے بعد بھی انصاف نہیں ملا اور موجودہ حکمرانوں کے ہوتے ہوئے اس کی توقع بھی نہیں ہے۔ شہداء کے ورثاء کو غیر جانبدار جے آئی ٹی کی تشکیل اور آئین کے آرٹیکل 10A کے تحت فیئر ٹرائل کا حق ملا اور نہ ہی جسٹس باقر نجفی کمیشن کی رپورٹ کو منظرِ عام پر آنے دی گئی۔ احتجاج کا مقصد عوام اور انصاف کے اداروں کی توجہ حکمرانوں کی ظلم و بربریت پر مبذول کروانا ہے۔ آرمی چیف سے انصاف کی اپیل کرتے ہیں کہ سانحہ ماڈل ٹاؤن کی ایف آئی آر آپ نے درج کروائی تھی، اب انصاف بھی آپ ہی دلوائیں۔

4۔ فیصل آباد

پاکستان عوامی تحریک فیصل آباد نے 6 اگست 2016ء کو سانحہ ماڈل ٹاؤن کے انصاف اور قصاص کے لئے احتجاجی مارچ کیا جس کے اختتام پر علامتی دھرنا دیا گیا۔ قصاص مارچ ریلوے اسٹیشن سے شروع ہوا جو اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا چوک گھنٹہ گھر پر اختتام پذیر ہوا۔ مارچ کی قیادت پاکستان عوامی تحریک پنجاب کے صدر چوہدری بشارت جسپال نے کی، جبکہ مارچ میں تحریک منہاج القرآن فیصل آباد کے امیر محترم سید ہدایت رسول قادری، پاکستان عوامی تحریک فیصل آباد کے صدر محترم رانا طاہر سلیم خان، جنرل سیکرٹری محترم میاں کاشف محمود، محترم رانا رب نواز انجم، مرکزی جنرل سیکرٹری ایم ایس ایم محترم رانا تجمل حسین، محترم حاجی امین القادری، محترم علامہ عزیزالحسن اعوان، محترم چوہدری ناصر حبیب ایڈووکیٹ، محترم شاہد سلیم، محترم رانا ناصر نوید، پاکستان تحریک انصاف کے محترم شیخ خرم شہزاد، محترم فیض اللہ کموکا، پاکستان پیپلزپارٹی کے ضلعی صدر محترم طارق محمود باجوہ، سنی اتحاد کونسل کے محترم صاحبزادہ حسن رضا، مسلم لیگ قائداعظم کے ضلعی صدر محترم رانا عظیم احمد خاں، مجلس وحدت مسلمین کے محترم سید حسنین شیرازی، جماعت اسلامی کے محترم عدنان محمود طارق سمیت ہزاروں کی تعداد میں خواتین وحضرات نے شرکت کی۔

اس موقع پر جملہ جماعتوں کے قائدین نے خطاب کئے۔ انہوں نے سانحہ ماڈل ٹاؤن کے ذمہ داران کو کیفر کردار تک پہنچانے کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا کہ ہم 14 شہداء کے خون کا بدلہ لینے اور قانون کے مطابق قصاص لینے تک PAT اور ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے شانہ بشانہ ہیں۔ حکمران اپنے انجام بد سے ہرگز بچ نہیں پائیں گے۔ سپہ سالار اعلیٰ جنرل راحیل شریف نے FIR کٹوائی تھی تو اب وہ انصاف بھی دلوائیں۔ ہم انصاف کے حصول اور قاتلوں کی پھانسی پر

اب مشترکہ جدوجہد جاری رکھیں گے۔

☆ قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے مارچ و دھرنا کے شرکاء سے ٹیلی فونک خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج کا احتجاج مظلوموں کو انصاف دلوانے اور ملک و قوم کی لوٹی ہوئی دولت کو خزانے میں جمع کروانے کے لیے ہے۔ شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثاء کو دو سال گزر جانے کے بعد انصاف ملا اور نہ ہی موجودہ حکمرانوں کے ہوتے ہوئے اس کی توقع ہے۔ تحریک قصاص و احتساب حکمرانوں کے اقتدار کے ختم ہونے تک جاری رہے گی۔ جنرل راحیل شریف نے اسلام آباد دھرنے کے دوران سانحہ ماڈل ٹاؤن کی ایف آئی آر کٹوا کر مظلوموں کی دادرسی کی اور اب وہی ہمیں فوجی عدالتوں کے ذریعے انصاف دلائیں کیونکہ اس کے علاوہ ہمیں انصاف کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔ قومی ایکشن پلان کے تحت دہشت گردوں کا خاتمہ ضروری ہے اور موجودہ حکمران دہشت گردوں کے سرپرست ہیں۔ سانحہ ماڈل ٹاؤن شریف برادران کی دہشت گردی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

5۔کراچی

سانحہ ماڈل ٹاؤن کے انصاف کیلئے پاکستان عوامی تحریک کراچی کے زیر اہتمام مرکزی ڈپٹی سیکرٹری جنرل PAT محترم عامر فرید کوریجہ کی زیر قیادت قصاص مارچ مزار قائد سے شروع ہوا جو اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا تبت سینٹر پر اختتام پذیر ہوا، جہاں علامتی دھرنا دیا گیا۔ مارچ میں پاکستان عوامی تحریک کے کارکنان کے علاوہ اہلیان کراچی نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ شرکاء نے ہاتھوں میں پارٹی پرچم، شہداء ماڈل ٹاؤن کی تصاویر اور پلے کارڈز اٹھا رکھے تھے جن پر سانحہ ماڈل ٹاؤن کے خلاف نعرے اور مطالبات درج تھے۔ اس احتجاج میں پاکستان پاکستان پیپلز پارٹی، تحریک انصاف، پاکستان مسلم لیگ (ق)، عوامی مسلم لیگ، سنی اتحاد کونسل، جمیعت العلمائے پاکستان، جماعت اسلامی، مجلسِ وحدت المسلمین اور دیگر اپوزیشن جماعتوں کے راہنماؤں اور کارکنوں نے شرکت کی۔

☆ قصاص مارچ سے ٹیلی فونک خطاب کرتے ہوئے قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے کہا کہ حکمرانوں نے جمہوریت کے نام پر 20 کروڑ عوام کو یرغمال بنا رکھا ہے، ہم اپنے شہداء کے خون کا قصاص کے علاوہ کوئی آپشن قبول نہیں کریں گے۔ اگر سانحہ ماڈل ٹاؤن کے شہداء کو انصاف نہ ملا تو قوم کو کبھی انصاف نہیں ملے گا۔ موجودہ حکمران فرعون بن چکے ہیں، ذاتی مفادات کے لیے آئین اور قانون کی دھجیاں اڑائی جا رہی ہیں۔ کراچی میں دو دن کی بارش کے باوجود ہزاروں لوگوں کا روڈ پر آنا اس بات کی دلیل ہے قوم انصاف اور قانون کی بالا دستی چاہتی ہے۔ کراچی کی طرح پنجاب میں بھی رینجرز کا آپریشن شروع کیا جائے۔

☆ مارچ کے شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے پاکستان عوامی تحریک کے مرکزی ڈپٹی سیکرٹری جنرل محترم عامر فرید کوریجہ نے کہا سانحہ ماڈل ٹاؤن میں قتل عام کے بعد موجودہ حکمرانوں کا اصل چہرہ قوم کے سامنے بے نقاب ہوا ہے۔ ماڈل ٹاؤن کے قاتل اور پانامہ لیکس کے لٹیرے بچ نہیں سکیں گے۔ آرمی چیف سے مطالبہ کرتے ہیں کہ نیشنل ایکشن پلان کے تحت سانحہ ماڈل ٹاؤن کے قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔

☆ پاکستان عوامی تحریک کراچی کے صدر محترم سید علی اوسط نے کہا احتجاج کا مقصد قانون نافذ کرنے اور انصاف فراہم کرنے والے اداروں کو حکمرانوں کے مظالم کی طرف توجہ دلانا ہے۔ ہم انصاف مانگنے کیلئے سڑکوں پر آئے ہیں۔ ہم

انصاف کے حصول کیلئے ہر حد تک جائیں گے اور اپنے شہداء کا قصاص لے کر رہیں گے۔

☆ محترم قاضی زاہد حسین نے کہا پاکستان میں انصاف دینے والے اداروں نے آنکھیں بند کی ہوئی ہیں، انسانیت کا قتل عام ہو رہا ہے اور کوئی پوچھنے والا نہیں۔ ہم انسانی حقوق کی بحالی اور قانون کی بالا دستی چاہتے ہیں، ہم ملک دشمن عناصر سے پاکستان کی سلامتی کا تحفظ چاہتے ہیں، جب تک دہشت گردی اور کرپشن کا گٹھ جوڑ ختم نہیں ہوگا ملک ترقی نہیں کر سکتا۔ ہم قوم کو پانامہ لیکس کے کرپٹ کرداروں سے نجات دلائیں گے۔

☆ پاکستان عوامی تحریک کراچی کے جنرل سیکرٹری محترم راؤ کامران نے کہا جو لوگ سانحہ ماڈل ٹاؤن پر جسٹس باقر نجفی کی رپورٹ کو شائع نہیں ہونے دے رہے انکے ہاتھ شہدائے ماڈل ٹاؤن کے خون سے رنگے ہوئے ہیں۔ حکمران فرعون بن کر بار بار انصاف کا قتل کر رہے ہیں۔

☆ محترمہ رانی ارشد نے کہا تحریک قصاص ڈیل کا الزام لگانے والوں کے منہ پر طمانچہ ہے۔ تحریک پاکستان کے بعد پاکستان بچانے کیلئے تاریخ میں پہلی بار ہماری دو انقلابی بہنوں نے سانحہ ماڈل ٹاؤن میں جام شہادت نوش کیا۔ پاکستانی خواتین پاکستان بچانے کی اس تحریک میں مردوں کے شانہ بشانہ ہیں۔

☆ ریلی سے پاکستان عوامی تحریک کے قائدین محترم راؤ طیب، محترم اطہر جاوید، محترم سید ظفر اقبال، محترم قیصر اقبال قادری، محترم لیاقت حسین کاظمی، محترم نعیم انصاری اور محترم مفتی مکرم نے بھی خطاب کیا۔

تحریک قصاص و احتساب کے تحت 16 اگست کو ہونے والے احتجاجی مظاہرے اور دھرنے 8، اگست کو کوئٹہ میں ایک ہسپتال کے اندر ہونے والی بدترین دہشت گردی میں 70 سے زائد افراد کے جاں بحق ہوجانے کے سوگ، احترام اور لواحقین سے اظہار یکجہتی کے باعث ملتوی کردیئے گئے ہیں۔ 20 اگست کو ملک بھر کے 100 شہروں میں ہونے والے احتجاجی مظاہروں اور دھرنوں کی رپورٹس ماہِ اکتوبر 2016ء کے شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

ماہانہ اجلاس سنٹرل پنجاب

(رپورٹ: قاری ریاست علی۔ سیکرٹری کوآرڈینیشن) تحریک منہاج القرآن سنٹرل پنجاب کا ماہانہ اجلاس 7 اگست 2016ء کو مرکزی سیکرٹریٹ میں محترم جناب خرم نواز گنڈا پور ناظم اعلیٰ منہاج القرآن انٹرنیشنل کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں ضلعی کوآرڈینیٹرز، امراء اور ناظمین اجلاس میں شریک تھے۔ اجلاس میں درج ذیل ایجنڈا زیر بحث آیا:

1۔ تحریک قصاص — 2۔ سالانہ رپورٹ 16-2015 — 3۔ چرم ہائے قربانی مہم 2016

4۔ تنظیمی استحکام — 5۔ متفرق امور

قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے اجلاس میں خصوصی شرکت فرمائی۔ آپ کے ساتھ آپ کے بھائی محترم انجینئر طارق فرید بھی تشریف لائے۔ شرکاء نے معزز مہمان گرامی کو خوش آمدید کہا۔

اجلاس میں شیخ الاسلام نے سالانہ کارکردگی پر اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے محترم انجینئر محمد رفیق نجم (نائب ناظم اعلیٰ تنظیمات) اور تمام ممبران کو مبارک باد دی اور دعاؤں سے نوازا۔ اس موقع پر تحریک قصاص کے حوالے سے 6 اگست کو ہونے والے فیصل آباد اور گوجرانوالہ کے احتجاج مارچ اور دھرنے کی شاندار کامیابی پر قائد انقلاب نے سنٹرل پنجاب کی پوری ٹیم بالخصوص فیصل آباد اور گوجرانوالہ کی تنظیمات کو مبارک باد دی۔ ❁❁❁❁❁

حضرت فرید ملت ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ کے 42 ویں عرس مبارک کی پروقار تقریب

(رپورٹ: علامہ حافظ عبدالقدیر قادری): شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے والد گرامی حضرت فرید ملت ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ وہ نابغہ روزگار شخصیت تھے کہ جن کی زندگی کا لمحہ لمحہ تلاش حق، جستجوئے علم و حکمت اور عبادت و ریاضت سے عبارت تھا۔ آپ نے بے پناہ فیضانِ نبوت ﷺ اور فیوضات اولیاء سمیٹے اور اس علمی، فکری، روحانی فیض کو بدرجہ اتم اپنے لخت جگر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کو منتقل کیا۔ عالمی سطح پر بپا تحریک منہاج القرآن درحقیقت فیض فرید ملت کا عملی مظہر ہے۔

حضرت فرید ملت ڈاکٹر فریدالدین قادری رحمہ اللہ علیہ کے 42 ویں عرس مبارک کی پروقار تقریب 16 شوال المکرّم بمطابق 21 جولائی 2016ء کو دارالعلوم فریدیہ قادریہ، ملحقہ دربار فرید ملت، جھنگ صدر میں ہوئی۔ اس تقریب میں پاکستان بھر سے مختلف شعبہ ہائے زندگی اور مکاتبِ فکر سے تعلق رکھنے والی شخصیات نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ سیمینار کی صدارت متولی دربار فرید ملت محترم صاحبزادہ محمد صبغت اللہ قادری نے کی، جبکہ تحریک منہاج القرآن کے ناظم اعلیٰ محترم خرم نواز گنڈاپور مہمان خصوصی تھے۔ ناظم اجتماعات محترم جواد حامد، صدر پاکستان عوامی تحریک پنجاب محترم بشارت جسپال، ڈائریکٹر انٹرفیتھ ریلیشنز محترم سہیل احمد رضا، محترم شہزاد رسول قادری، مرکزی ناظم مالیات محترم عدنان جاوید سمیت تحریک منہاج القرآن اور پاکستان عوامی تحریک کے مرکزی، صوبائی اور ضلعی رہنماؤں نے خصوصی شرکت کی۔

عرس مبارک کی اس خصوصی تقریب کا آغاز بعد نماز عشاء ہوا۔ محترم قاری نور احمد چشتی نے تلاوتِ کلامِ مجید جبکہ حافظ عرفان شوکت، فہیم اکرم، فریدی نعت کونسل جھنگ، میاں سرور صدیق لاہور، حسان منہاج الحاج محمد افضل نوشاہی لاہور، منہاج نعت کونسل لاہور اور شہزاد برادران لاہور نے بارگاہ رسالت مآبؐ، اہل بیتؓ اور غوثیت مآبؓ میں نذرانہ ہائے عقیدت و محبت کی سعادت حاصل کی۔ نقابت کے فرائض محترم حافظ محمد حسنین حیدر نے سرانجام دیئے جبکہ استقبالیہ کلمات محترم صاحبزادہ عمر مصطفیٰ قادری نے پیش کیے۔

تقریب کے اختتام پر شاگرد رشید شیخ الاسلام محترم علامہ غلام ربانی تیمور نے اپنے خصوصی خطاب میں فرید ملتؒ کی حیات مبارکہ کے مختلف گوشوں کو حاضرین کے سامنے پیش کرتے ہوئے کہا کہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے والد گرامی ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ سلوک وطریقت اور شریعت کے علوم میں مہارت کے ساتھ ساتھ جدید علوم پر بھی مکمل دسترس رکھتے تھے۔ حضرت فرید ملتؒ ایک صاحب علم اور انسانیت سے پیار کرنے والے شخص تھے۔ اللہ کا فضل و کرم جب کسی انسان کے شامل حال ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اپنے اس نیک بندے پر فیوض و برکات کے دروازے کھول دیتا ہے۔ حضرت فرید ملت زہد وتقویٰ کے پیکر تھے، آج انہی کے نام پر قائم فرید ملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ دنیا بھر میں علم وعرفان کے موتی بکھیر رہا ہے اور ایک دنیا ان گوہر پاروں سے فیض یاب ہو رہی ہے۔

متولی دربار عالیہ فرید ملت محترم صاحبزادہ الحاج محمد صبغت اللہ قادری کے مختصر بیان اور خصوصی دعا کے ساتھ عرس مبارک کی تقریب اختتام پذیر ہوئی۔ پروگرام کے اختتام پر مرکزی گوشہ درود کے مربی محترم سید مشرف شاہ نے سجادہ نشین دربار عالیہ فریدیہ قادریہ محترم علامہ صبغت اللہ قادری کو جبے کا تحفہ پیش کیا۔

قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی زیر صدارت اپوزیشن کا قومی مشاورتی اجلاس

اجلاس فیڈرل کونسل پاکستان عوامی تحریک

حضرت فرید ملت ڈاکٹر فرید الدین قادریؒ کے 42ویں عرس مبارک کی پروقار تقریب

Monthly
MINHAJ-UL-QURAN
SEP-2016
LAHORE
Regd CPL No.41